بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اس زمانہ میں جبکہ شعر و شاعری کا بازار بالکل سرد پڑ گیا ہے، اور جدید تمدن او نئی روشنی نے پرانی شاعری پر پانی پھیر دیا ہے، کسی دیوان کو (اور وہ بھی فارسی کے جو ہندوستان میں مثل مردہ زبان کے ہوگئی ہے) شایع کرنیکے بعد یہ امید رکھنا کہ پبلک کی جانب سے اس کا خیر مقدم کیا جائیگا، اور شاعر کے کلام کی قدر کی جائیگی، اور اس کے شایع کرنے والے کی محنت اور عرق ریزی کی داد دی جائیگی، بالکل فضول ہے اور اگر کوئی ایسا خیال رکھے تو اسکی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست۔

دور عالمگیری سے فارسی شاعری اس قدر تنزل کر گئی ہے کہ اگر اب اس کو مردہ سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس عہد سے لیکر آج تک کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی کہ فارسی زبان کے کسی شاعر نے اپنے فن میں کمال پیدا کرنیکے بعد محض شعر و سخن کی بدولت، مال و دولت کے اعتبار سے وہ فتوحات حاصل کئے ہوں جو اُن کے پیشرووں نے کئے تھے۔

اب تو شعرا کو اسکی بھی توقع نہیں ہے کہ کوئی سچے دل سے انکے کلام کی قدر کریگا، اور اونکی دماغ سوزی اور جگر کاوی کی داد دیگا۔ اُس زمانہ کے ایک مشہور شاعر نے ابنائے زمان کی ناقدر دانی اور اپنے کمال سخندانی کی تصویر ذیل کے اشعار میں نہایت عمدہ کھینچی ہے وہ کہتا ہے:۔

لایق مدح در زمانہ چو نیست — خویشتن را ہمی سپاس کنم
بچہ امید در زمانہ کور — شاہد طبع رو شناس کنم
کس زبان مرا نمی فہمد — بعزیزان چہ التماس کنم

اس مضمون کو رونق اپنے ایک مقطع میں اس طرح ادا کرتے ہیں:۔

شعر را قدرے نباشد اندریں عصر نگوں — خویش را رونق بناد انی غزلخوان کردہ

جبکہ خود اہل کمال کو زمانہ سے قدر دانی کی توقع نہیں ہے تو ان کے کلام کے شایع کرنے والے کو کیسے امید ہوسکتی ہے کہ اس کا کام بنظر وقعت دیکھا جائیگا اور پبلک کی نگاہوں میں قابل ستایش ٹھیریگا۔

سچ پوچھئے تو ہم نے اس دیوان کو اس غرض سے شایع نہیں کیا کہ اسکے صلہ میں تحسین و آفریں کی صدائیں سنیں اور اپنی جد و کاوش کی داد لیں اس دیوان کی اشاعت سے محض یہ مقصود ہے کہ اسلاف کا کارنامہ زندگی حوادث زمانہ کی دستبرد اور انقلابات عالم کے ہاتھوں گاؤ خورد ہونے سے بچ جائے اور جس فن کے سیکھنے میں انھوں نے عمریں صرف کردیں اور جس فن کو انھوں نے معراج کمال پر پہنچایا وہ ابنائے زمان کی ناقدری اور کم التفاتی کی وجہ سے ضایع نہ ہونے پائے۔

گو موجودہ زمانہ میں شعر فہمی اور سخن سنجی کی ایسی ہی حالت ہے کہ جواہر ریزہ اور خزف میں کوئی تمیز کرنیوالا نہیں

لیکن ہنوز زمانہ گزشتہ کی بچی کھچی یادگاریں ایسی موجود ہیں جنکو فارسی شعر وسخن کا صحیح مذاق ہے اور وہ کھوٹے کھرے کو اچھی طرح پرکھ سکتی ہیں اس لئے ہم کو کلام رونق کے قدر دانوں کے فقدان پر افسوس بھی نہیں ہے۔

اس دیوان کی اشاعت کو طغیانی رود موسی کی کرامات سے سمجھنا چاہئے۔ اگرچہ مصنف کے خاندان میں ایک عرصہ سے یہ دیوان چلا آتا ہے لیکن اون کے اخلاف میں سے کسی کو اسکی طبع واشاعت کا خیال پیدا نہیں ہوا جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ اس کو اپنے اسلاف کا ایک ادون واہون کارنامہ سمجھتے ہوں اور اس کو انکے دل ودماغ کا ایک کمترین کرشمہ خیال کرتے ہوں، لیکن طغیانی رود موسی کی زد سے جب یہ نسخہ صحیح وسالم نکل آیا تو میں نے سونچا کہ جس نقطۂ خیال سے ہمارے بزرگوں نے اس دیوان کی اشاعت کی طرف اعتنا نہیں کی گو وہ بجائے خود صحیح ہو لیکن زمانہ کے حوادث وانقلابات سے انکی یادگاروں کو خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی محفوظ رکھنا نہایت ضروری امر ہے۔ اسی بنا پر میں نے اپنے عم مکرم قبلہ گاہی مولوی عبد القادر صاحب وظیفہ یاب صوبہ دار گلبرگہ اور برادر معظم مولوی عبد الرب صاحب قبلہ کی خدمت میں تحریک کی اس کو طبع کر دیا جائے میری تحریک پذیرا ہوئی اور میری نگرانی میں دیوان طبع ہونے لگا مگر اثنائے طبع میں کچھ ایسے گوناگوں غیر مترقب تعویقات پریس کی جانب سے پیش آتے رہے کہ اشاعت دیوان میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی اور جس مدت میں اسکو شایع ہوجانا چاہئے تھا اس کے بہت بعد وہ شایع ہوا۔ لیکن اس تعویق وتاخیر کو بھی میں اس مصلحت ایزدی پر محمول کرتا ہوں جس نے طغیانی رود موسی کے ظاہری نقصانات کی تہ میں بہت سے عظیم الشان فوائد اور جلیل القدر سودمند نتایج کو مضمر ومستتر کیا ہے اور جسکا ایک تتمہ طبع واشاعت دیوان کی شکل میں ہمارے پیش نظر ہے۔ اس تعویق سے یہ فائدہ ہوا کہ ان کا وہ کلام جو بعد میں دستیاب ہوا تھا اخیر میں منضم کر دیا جاسکا۔ جو بصورت دیگر بحالت مبیض ہی رہتا اور شاید ہی اسکے طبع کی نوبت آتی۔

دیوان کا اصل نسخہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے لیکن بالکل غیر مردف حالت میں تھا طبع کے وقت تمام غزلیں حروف تہجی کے لحاظ سے از سر نو ترتیب دی گئی ہیں۔ یہ نسخہ والد مرحوم کے کتب خانہ میں موجود تھا باوجودیکہ طغیانی رود موسی میں اس کتب خانہ کی قلمی کتابیں اکثر وبیشتر مکان کے ملبے کے نیچے دبکر خراب وخستہ اور از کار رفتہ ہوگئی تھیں لیکن تعجب ہے کہ اس نسخہ پر کسی قسم کی آنچ نہیں آئی۔ میں اپنے ماموں مولوی عبد الواحد صاحب قبلہ فرزند مولوی عبد العلی صاحب والد مرحوم کا نہایت ممنون ہوں کہ انھوں نے دیوان کا اصل نسخہ بغرض طبع عنایت فرمایا اور پرانی بیاضوں میں سے رونق کا کلام جس قدر مل سکا نہایت تفحص وتلاش سے فراہم کرکے مرحمت فرمایا۔ آپکو خاندانی تصنیفات کے ساتھ جو اہتمام واعتنا ہے وہ نہایت قابل تعریف ہے۔ خاندانی کتب کے ساتھ اگر آپ کو شوق وشغف نہ ہوتا تو بہت کم امید تھی کہ دیوان کا نسخہ موجودہ حالت میں ملتا اور بعض خاندانی تصنیفات کا دیکھنا ہم کو نصیب ہوتا۔

بہرکیف شکر ہے کہ دکن کے ایک مشہور ومعروف شاعر کا کلام شایع ہوگیا اور صرصر حوادث سے پریشان اور تلف ہونے سے بچ گیا۔ ہم کو قوی امید ہے کہ آیندہ اگر شعرائے دکن کا تذکرہ لکھا جائے تو رونق کے کلام کے متعلق رائے قائم کرنے کیلئے یہ دیوان بطور رہبر کے کام دیگا۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے مصنف کا تذکرہ اور ان کے کلام کے متعلق مختصر سا تبصرہ بھی لکھدیا گیا ہے جس کا مطالعہ غالباً خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

عبد الباسط۔ مولوی فاضل

رونق کے حالات اور کلام پر تبصرہ

خاندانی حال

غلام محی الدین المخاطب بہ عارف الدین خاں المتخلص بہ رونق کی پیدائش سنہ ۱۱۹۲ھ میں بمقام مدراس ہوئی اور وہیں انھوں نے ہوش سنبھالا۔ انکے والد حافظ محمد معروف برہان پور کے باشندہ تھے، نواب والاجاہ کے عہد میں وارد مدراس ہوئے تھے۔ انھیں سے نواب ممدوح نے قرآن مجید کی تعلیم پائی اور تجوید سیکھی تھی۔ رونق نے ایک سجع میں اپنے والد اور دادا کیساتھ اپنا نام اس طرح نظم کیا ہے

ع معروف زغارف ست وشد زان عارف

انکا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر الصدیق سے ملتا ہے۔ تاریخی کتابوں سے اسکا کوئی پتہ نہیں لگتا کہ اجداد کہاں سے اور کس تقریب سے ہندوستان آئے لیکن خاندانی روایات سے اس قدر ضرور ثابت ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلی نے ہندوستان کی طرف جس شہر سے پہلے پہل ہجرت کی تھی وہ موصل تھا۔

ہمارے شہر کے مشہور مورخ مولوی عبدالجبار خانصاحب آصفی فرماتے ہیں کہ "تاریخ[1] مشائخ برہان پور کے مصنف سید ابراہیم سندی نے لکھا ہے کہ شیخ محمد معروف برہانپوری کے بزرگان سلف شادی آباد عرف مانڈو ملک مالوہ سے برہانپور تشریف لائے اور وہیں بود و باش اختیار کی اور شیخ محمد معروف ولد شیخ عارف کی ولادت شہر برہانپور ہی میں ہوئی"

تعلیم

گلزار اعظم میں لکھا ہے کہ رونق نے بچپن میں، مولوی محمد اسمعیل اور مولوی حاجی محمد مقیم صاحب سے درسیہ کتابیں قطبی تک نکالیں، اور فارسی کی متداولہ کتابیں غلام محی الدین معجز سے پڑھیں جو اس زمانہ میں فارسی کے بہت بڑے محقق مانے جاتے تھے۔ لیکن درحقیقت فارسی زبان کی منتہیانہ تعلیم انھوں نے میر باقر آگاہ اور دیگر فضلائے اہل ایران سے حاصل کی تھی جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

مدراس میں شعر شاعری کے چرچے اور رونق کا شعر گوئی کی طرف میلان

یہ وہ زمانہ تھا کہ مدراس شعرائے نازک خیال، اور ہر فن اور ہر علم کے اہل کمال کا مجمع بنا ہوا تھا؛ اخلاط اربعہ کی طرح شاعری بھی ایک ضروری خلط سمجھی جاتی تھی! اشیائے ضروریہ کی طرح شعر گوئی بھی ایک ضروری چیز خیال کی جاتی تھی، امیر سے لیکر غریب تک شعر کہتے تھے! یا کم از کم اس کو تفریح طبع کا ایک عمدہ مشغلہ سمجھکر اس میں دلچسپی لیتے تھے! امرا خاص اپنے اہتمام سے مشاعرہ کی مجلسیں منعقد کرواتے تھے یا اور بہ شوق و رغبت اس میں شریک ہوتے تھے۔ تذکرہ گلزار اعظم ان شعرا و فضلا کا ایک عمدہ مرقع ہے جس میں ان بزرگونکی جیتی جاگتی، بولتی چالتی، تصویریں دکھائی دیتی ہیں اور اس دور کی یاد تازہ کرتی ہیں جس میں زندہ دلی اور خوش طبعی کے ساتھ فضل و کمال بھی دوش بدوش نظر آتا ہے۔

سوسائٹی کے اس رجحان کو دیکھکر ایک ناموزوں طبع شخص کے دل میں بھی شعر گوئی کا ولولہ پیدا ہوئے

[1] افسوس ہے کہ یہ کتاب طغیانی رود موسی میں صاحب موصوف کے کتب خانہ سے تلف ہوگئی اسلئے مجھے نقل در نقل کی ضرورت پڑی۔

بغیر نہیں رہ سکتا، ایسی حالت میں وہ دل جس میں شاعری کے جذبات موج زن ہوں، اور وہ دماغ جس میں ان جذبات کے ادا کرنے کی قابلیت ہو کس طرح خاموش رہ سکتے تھے۔ رونق نے شاعری سے خداداد مناسبت پائی تھی جس کے باعث میلانِ طبع نے انھیں فارسی عربی کی درسیہ کتب کی تحصیل کے ساتھ ہی بالکل ابتدائی عمر میں شعرگوئی کی طرف متوجہ کر دیا گو اُس زمانہ میں ریختہ گوئی کا رواج ہو چلا تھا اور اکثر شعرا اُردو میں شعر کہنے لگے تھے۔ اظفری جو عالمگیر کے پوتوں میں ہوتے تھے اور خاص قلعہ کے رہنے والے تھے۔ اُن دنوں مدراس میں مقیم تھے۔ اور ریختہ گوئی میں کمال رکھتے تھے انکی وجہ سے مدراس میں اکثر اصحاب کو ریختہ گوئی کا شوق پیدا ہو گیا تھا نیز میر باقر آگاہ کے اُردو منظومات نے ریختہ کو بہت کچھ وقیع بنا دیا تھا۔ تاہم اردو کو وہ عروج و اعتبار نہیں حاصل ہوا تھا جو فارسی کو تھا، اُردو میں اگر اگر لوگ شعر کہتے تھے تو اس کو کوئی فن سمجھکر نہیں بلکہ محض تفنن کے طور پر اس لئے رونق نے۔ زمانہ کے عام رواج کے مطابق۔ فارسی زبان میں شعر کہنا شروع کیا، اور عمر بھر فارسی ہی میں شعر کہتے رہے۔ سنا ہے کہ اپنے پوتے حکیم الممالک حکیم عبد الباسط عشق کو اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہوئے دیکھکر، فرمایا کرتے تھے۔ باسط کسی ایک زبان میں شعر کہو ورنہ دونوں میں کچے رہ جاؤگے، یکا یکا ہوا کرتا ہے"

رونق ابتدا ابتدا میں میر باقر آگاہ کو اپنا کلام دکھاتے رہے، لیکن بعد میں فصحاے عجم کے تتبع اور ذوق سلیم کی رہنمائی پر بھروسہ رکھا۔ آگاہ کے علاوہ انھوں نے مستند اہل زبان مثلاً مرزا صادق[2] کوکب شیرازی وغیرہم کی صحبت ایک مدت تک اُٹھائی تھی جو اس زمانہ میں مدراس میں مقیم تھے۔ گلزار اعظم میں لکھا ہے کہ اُن کو اہل زبان کے روزمرہ اور محاورات کا بڑا خیال تھا، اور انکی تقلید و تتبع کے نہایت پابند تھے تذکرہ معدن الجواہر میں لکھا ہے کہ شعراے متاخرین کے تقریباً ایک لاکھ شعر انھوں نے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے، نوجوانی میں مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ وقت کی قید نہ تھی رات دن مطالعہ میں مشغول و منہمک رہتے تھے۔ جس پر خود انکا یہ شعر

---

[1] دکن کے مشہور عالم اور باکمال شاعر جنکے مطارحات میر غلام علی آزاد کے ساتھ مشہور ہیں۔ دور اخیر میں دکن کی جتنے علما و فضلا و شعرا گزرے ہیں وہ سب آپ ہی کے فیضان کمال سے بہرہ ور اور مستفید ہوئے ہیں باوجود علم و فضل کے زہد و اتقا میں بھی مشہور تھے، اور صاحب باطن سمجھے جاتے تھے۔ مولوی محمد مرتضی صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ آپکی سوانح اُردو میں لکھکر صحیفہ کے ذریعہ سے شائع کی ہے۔ ولادت ۱۱۵۵ھ میں اور وفات ۱۲۰۲ھ میں ہوئی مشتے نمونہ از خروار یہاں آپکی صرف ایک رباعی لکھی جاتی ہے۔ ایران بقیاس ہر سقیم الافکار، بر جاں دارد بھند جنت آثار، نشنید کہ بر طبق احادیث آدم، در ہند فرود آمد و در ایراں مار،

[2] مرزا صادق کوکب شیرازی ایک فاضل شخص تھا، جو تبلاش روزگار ۱۲۱۷ھ میں پھرتے پھراتے مدراس پہنچ گیا تھا نواب مدراس نے از راہ قدر دانی ساڑھے تین سو روپیہ مشاہرہ پر خدمت افتا سپرد کی، لیکن قاضی القضاۃ مستعد خاں سے بوجہ تخالف مذہبی جھگڑا ٹھن گئی، مرزا نے تنگ آکر نوکری چھوڑ دی اور وطن کو واپس چلا گیا ۱۲۱۹ھ میں اسہال کبدی کے عارضہ سے انتقال کیا۔ نستعلیق اور شفیعا بہت اچھا لکھتا تھا، کبھی کبھی شعر بھی کہا کرتا تھا۔ رونق کی زبانی اس کا ایک شعر منقول ہے جس سے اسکی اصابت فکر اور فضیلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ وہو ہذا۔

شکر ت را خط غبار آلود دارد اند کے — خوب حلوائیست اما دود دارد اند کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شد از ثنای خالق کون و مکانِ ما
مانند شمع پرتو محفل زبانِ ما

افتاد بسکه شور محبت بجانِ ما
یک ناله وار همچو جرس شد دهانِ ما

بیتابی است آئینه پرداز حسن او
از ناله برفروخت رخ دلستانِ ما

افتاده ایم در رهش از جوش اشتیاق
از نقشِ پای ما بگیری نشانِ ما

در راهِ عشق ضبط نفس رهبری کند
باشد ز داغ دل جرسِ کاروانِ ما

شبنم بروی سبزه نباشد درین چمن
مهتاب اشک ریخت ز دود فغانِ ما

ذوق اسیری از عدم آورده ایم آه
از حلقه های دام بود آشیانِ ما

در آه و ناله بین اگرت خواهشِ گلست
گر بی ادب شویم باغماض درگذر
اینهم غنیمت است ازین دور چون صدف

صد جلوهٔ بهار بود در خزانِ ما
در بیخودیست نرگسِ مستت ضمانِ ما
پوشیده است نفع دگر در زیانِ ما

قدرِ کمال نیست درین دهر ای دریغ
رونق یتیم شد هنر اندر زمانِ ما

عکسِ چشمش دیدهٔ آهو کند پیمانه را
گر گذر افتد ز راه ناز آن جانانه را
هوش را در بارگاه بیخودیها راه نیست
بیخودیها عینکِ حسنِ رخِ دلدار شد
رنج میباشد نصیبِ مردمِ صاحب کمال
هست در صحرا دل مجنون ما

شوخیِ او لغزشِ مستان دهد میخانه را
پرتوِ مهتاب پا انداز گردد خانه را
سنگِ طفلان دور باشِ عقل شد دیوانه را
پردهٔ چشمست هشیاری دلِ فرزانه را
پختگیها وقفِ پامالی نماید دانه را
آباد این ویرانه را

افسری **رونق** اگر پا در طریقِ عشق کن
حرزِ بازوی توکل همتِ مردانه را

بفردوسِ برین آری اگر آن سروِ قامت را
برفتن آوری از ناز گر آن سروقامت را

ز خلخالِ تو بر پا می کند شورِ قیامت را
غبارِ دامنِ رنگین کنی شورِ قیامت را

بطا

کجا در پیشگاهش ناتوانان را رسائیهاست   شفیع خویشتن سازم مگر اشک ندامت را

کشیدم جام می در محفل مستان خدا حافظ   شکست توبه دارد در بغل سنگ ملامت را

مدان زاهد مرا محروم از لطف گنه سوزش   که آوردم بنیاز بارگاه او ندامت را

برآ از قید تن تا اختر بختت شود روشن   که دلق کهنه گر سوزی برد با خویش شامت را

مپرس انجام کارم جمله تقصیرم گنه کارم
سیه شد نامه‌ام رونق شناسم این علامت را

بود از دوری ساقی بخون غلطیدن مینا   زموج می بود صد خار در پیراهن مینا

ببزم ما نه زنار است این در گردن مینا   به پیش قد ساقی حلقه میگردد تن مینا

بود قطع علایق عشرت افزای دل سالک   تهی گشتن زمی شد باعث خندیدن مینا

میگیرد زکس منت پی زینت صفا مشرب   ز رنگ می سجاف سرخ شد بر دامن مینا

دو چیز از عالم اسباب عشرت انتخابم شد   زمی پر گشتن جام و تهی گردیدن مینا

صدای شور مستان پیش ساقی بر نمی خیزد   که میریزد نگاهش سرمه را بر شیون مینا

غنیمت میتوان دانست سامان مسرت را   مرا روشن شد این معنی ز قلقل کردن مینا

مرا با ساقی نازک دلی افتاد کار امشب   که داند پنبه را بار گران بر گردن مینا

دل پرشورم آخر آورد در حیرتی او را   که مستی میفزاید عاقبت از شیون مینا

دلِ پرخون بود آئینه وارِ گلستانِ رونق
ز رنگِ می شگفت آخر بهارِ گلشنِ مینا

بسکه از جورِ فلک بارشِ سنگست اینجا
سیلِ خونِ دلِ ما گردشِ رنگست اینجا

نالهٔ و آه و فغان نغمهٔ چنگست اینجا
میزبانیِ غمت را چه درنگست اینجا

حالِ سرگشته دلا را تو چه پرسی زاهد
عینِ آسایشِ ما گردشِ رنگست اینجا

سایهٔ سرو چو مارے بنظر می آید
هر رگِ گل به تنم زخمِ خدنگست اینجا

سیرِ دریا نتوان کرد که بی ماه رخے
موجهٔ آبِ روان کامِ نهنگست اینجا

شبِ هجران ترا کیفیتے می باشد
ناله و آه صدای دف و چنگست اینجا

بیخودی وادیِ خونخوار بود عاشق را
هر قدم راه پر از کامِ نهنگست اینجا

خامشی کشورِ جمعیتِ دلها باشد
که ز وا کردنِ لب سازِ جنگست اینجا

بر درهم جلوهٔ غزالی دلم از کف رونق
شوخیِ برقِ روان رفتن لنگست اینجا

صفای شعرِ من ره می دهد نازک خیالی را
نماید فکر هم از شرم آبِ دیوانِ زلالی را

اگر آرم بتحریر اندکے آشفته حالی را
ز آبِ گریه ساقی پر کند مینای خالی را

شبِ هجرِ تو ای مهر دهی من از آتش آهے
برنگِ رشتهٔ شمعی کنم تارِ نهالی را

۵ پ

چه پرسی از جفای گردشِ چرخِ ستم پرور
که آخر میکند با خاک یکسان طبعِ عالی را

ز جوشِ غم ندارم رغبتِ سیرِ گلستانی
ز آبِ گریه کم دانم شرابِ پرتگالی را

به پیشِ آن تغافل پیشه گر طرحِ فغان سازم
زبانِ نوحه پیدا میشود تصویرِ قالی را

کجا رونق بقیدِ وضعِ عالم مبتلا گردد
که کاری نیست با اسبابِ دنیا لا ابالی را

چه الفت هاست باهم خاطرِ شیدای هامون را
ز تارِ جاده در پا افگند زنجیرِ مجنون را

بزیرِ خاک طوفانهاست سیلِ چشمِ پرخون را
چسان سازم جدا از خویشتن این بختِ وارون را

ز نقشِ سمِ او دامی بپای آهوان افتد
بصحرای که شوخیهاش جولان داد گلگون را

هنرمندان ز دورِ سفله پرور مرگ میخواهند
غمِ این دهر اندر خاک افگنده فلاطون را

مشو غافل ز پیچ و تابِ سیلِ گریهٔ عاشق
در آبِ اشکِ خود پنهان نمودم سیلِ جیحون را

بجز سنگین دلی تحصیلِ زر ممکن نمی باشد
نشانِ سنگِ خارا میشناسم گنجِ قارون را

رخش با مارِ زلفِ او ببازیهاست حیرانم
که با این سادگی رونق کجا آموخت افسون را

دیده باز است براهِ تو شهیدانِ ترا
چقدر ناز بود سروِ خرامانِ ترا

چه اثرهاست بدل ناوکِ مژگانِ ترا
بخراشد جگر از شوقِ شهیدانِ ترا

پشت پا ی است تمنای دلِ مشتاقم
مفت از کف ندهم دورهٔ دامانِ ترا

آتش افتاد بجانم چو شرارِ کاغذ
دیده ام دوش چو رویِ عرق افشانِ ترا

شوکتِ پادشهان را بنظر کی آرد
هست سامانِ دگر بی سروسامانِ ترا

در پسِ پردهٔ قهر تو بود لطفِ نهان
می شناسیم بنظر خندهٔ پنهانِ ترا

مایهٔ دین و دلِ هر دو جهانست نثار
رخِ تابانِ ترا زلفِ زرافشانِ ترا

رنگِ روی تو فزاید ز سرشکِ گلگون
چشمِ خونبار دهد آبِ گلستانِ ترا

رونق از دولتِ دیدار نگردی محروم
هست تاثیرِ دگر ناله و افغانِ ترا

صرف بیداد می کنیم ترا
ناله ایجاد می کنیم ترا

بر درت کرده ایم منزلِ خویش
خانه آباد می کنیم ترا

گفت چون دید عاشق خود را
زود برباد می کنیم ترا

دست در دستِ دیگر و گوید
سخت ناشاد می کنیم ترا

گفت با من رقیبِ وی از مهر
خانه داماد می کنیم ترا

سینه کاوی من چو دید بگفت
رشکِ فرهاد می کنیم ترا

چون گرفتار دید رونق را

گفت

گفت آزاد می کنیم ترا

من دلدادهٔ گرانی ها　　چه قدر هاست سخت جانی ها
از سرِ کویِ خود مرا نگذاشت　　من بقربانِ بدگمانی ها
مدتی شد بهجر و خرسندم　　بعد رنج است شادمانی ها
بر درش شد مقام از ضعفم　　دائماً باد ناتوانی ها
بعد مرگ آمد و بجا کم کرد　　از لب خویش گل فشانی ها
حرفی از دستِ خویش کن قلمی　　نیست جمعیت از زبانی ها

غیر رونق زکس نمی آید
بندگی ها و جان فشانی ها

کرده ام گم زنگاهی رخِ تابانی را　　چکنم گر نکشم ناله و افغانی را
خاک هر چند نمودم دلِ نالانی را　　نتوانست گرفتن سرِ دامانی را
شاید این بختِ سیه کار بسامان نرسد　　دست در خواب زدم زلفِ پریشانی را
همچو یوسف شوی از حُسن عزیز دلها　　گر نوازی به نگهی بی سر و سامانی را
خاکِ صحرا همه گوهر شده بنگر چشمم　　در غمِ اشک نهان ساخته نیسانی را
نتوانم که نگاهی برگ گل فکنم　　من که در دیده نهم ناوک مژگانی را

شاخ گل مصرعِ رنگینِ تو رونق باشد
هست دیوانِ تو آئینه گلستانی را

دلا اگر طلبی عیشِ جاودانی را
مده بخاطر خود راه شادمانی را

نگاهِ او زکه آموخت دلستانی را
که پر عتاب کند خندهٔ نهانی را

بحرف خود دلِ آئینه میبرد طوطی
ز لعل یار بیاموخت خوش زبانی را

تمام آه دلم بر فلک رسید ولی
کجا بخاک شود میلِ آسمانی را

رقیب غافل و چشم تو پر خمار بود
سزاست عاشقِ بیتاب پاسبانی را

باآسمانِ تنگ ظرف کشفِ راز مکن
فراخ حوصله جو بندِ رازدانی را

بخوب و زشت جهان اختلاط کن رونق
مثالِ آئینه یکسو بنه گرانی را

بگذر از خویش تماشای نگارست اینجا
در خزان جلوهٔ صد رنگ بهارست اینجا

رهِ عشقست و بدردی سر و کارست اینجا
نشئهٔ باده بقربانِ خمارست اینجا

میتوان شد بخیالِ رخِ او عشرت یاب
رهزنِ تابِ دلِ بیصبر و قرارست اینجا

در فراقت نتوان دید ز گلشن فرحت
رگِ گل آئینهٔ نشترِ خارست اینجا

لذتِ زخمِ محبت نرسد در اظهار
صد چمن خرمی و جان فگارست اینجا

شبِ وصل آمده غافل بنشستی رونق
صد گلستانِ تمنا به نثار است اینجا

دوش بر لالہ نگہ در چمن افتادم را
دہد از پرتوِ سیمای سبتے یادم را
بر سرِ سینہ کشم صورتِ زیبای کسی
ساقی از دستِ خودم داد می و بیخود کرد
لذتِ دام و گرفتاری دستش دگر است
نیست چون من دگری جورکش ناز و عتاب

مسی آلوده لبش آمده در یادم را
سیرِ مہتاب باین رنگ خوش افتادم را
نوکِ خار است بکف خامۂ بہزادم را
رو نما شد مگر آسیب پریزادم را
جانب دست کشد الفت صیادم را
لب با فسوس گزی گر کنی آزادم را

میبرد لذتِ دشنام بسویش رونق
سوخت ہر چند دلِ زار به بیدادم را

ردیف شین

رازہا گفت شبم یار بسر گوشیہا
صد خرد جلوه نما گشتہ ز بیہوشیہا
بعد ازین پرسش حالِ دلِ زارم سازد
دست در گردنِ خود میکشم از جوشِ ملال
جز ندامت بنود حاصلِ اسبابِ جہان

سوختم سوختم از ذوقِ ہم آغوشیہا
در خمار است نہان لذتِ مینوشیہا
یادہا جلوه پذیرد ز فراموشیہا
چه قدرہاست مرا حسرتِ ہمدوشیہا
عرق از شرم کنی وقتِ گہر پوشیہا

عیب را بسکه درین دور بمنت گیرند | چون صدف شیوهٔ من گشت هنرپوشیها

شاد آخر شود از پاس دل من رونق
خنده باشد ثمر باغ الم جوشیها

رنگ می افروزد از سیر چمن خوب مرا	آتش گل باد دامن گشت محبوب مرا
خواستم از جام صهبا بی حجابی رو دهد	نشهٔ می شد نقاب چهره محجوب مرا
مدعای دل چه خواهم از فلک کین جور کیش	در کف دیگر نهد از رشک مطلوب مرا
از هجوم غم فروزان شد دل برگشته ام	گریه روشن مینماید چشم یعقوب مرا
بر دل حیران نماید دیده رقت بیشمار	طاقت دیدن نباشد صبر ایوب مرا
عرض حال بیقرارانش تغیر می دهد	پیچ و تاب افزون کند بیند چو مکتوب مرا

رونق اندر وصف زلفش بیشود پیدا اگر
همچو بوی گل رسای شعر مرغوب مرا

سوخت دل شعلهٔ جدائیها	گرد گل باغ آشنائیها
فرش راهیم وزان قدم محروم	داغ شد دل ز نارسائیها
می شناسم یقین سلیمان را	گشت ذوق برهنه پائیها
خسته خاطر شدم بهجر و کجاست	آن اداها و دلربائیها

کی برویت رسد بباغ گلی
بندهٔ تست خوشنمائیها

لاله پرداغ و سرو بی ثمر است
حیرت افزاست این خدائیها

چون گهر تا بقای هستی خویش
رونق ما و جبهه سائیها

شوخ گردست که چشمانِ ترا
تیز ننمود که مژگانِ ترا

داده ام از مژهٔ خون افشان
رنگِ گل دورهٔ دامانِ ترا

رحم برحالِ دلم میسازد
هر که بیند رخِ تابانِ ترا

از سیه بختیِ خود گردیدم
آئینه زلفِ پریشانِ ترا

مهرهٔ مارِ سیه میدانم
حلقهٔ گیسوے افشانِ ترا

لاله را نام که نافرمان است
بنده از دل شده فرمانِ ترا

حیف رونق که نشد هیچ اثر
چون جرسها دلِ نالانِ ترا

درجنونم شد مهیا آب و تاب از سنگها
بسته ام بر فرق صد لعلِ خوش آب از سنگها

از نگاهِ مستِ او ریزد شراب از سنگها
آید از فیضِ خرامِ او گلاب از سنگها

گر ببزمِ میکشان آن سنگدل ساقی شود
نیست ممکن بگذرد جامِ شراب از سنگها

صاف طینت را بود جمعیت دیگر برنج — بر سر دریا شود پیدا حباب از سنگها

راحتی دارد دل شیدا ز آفتهای دهر — در دماغ من فزاید جوش خواب از سنگها

شورش مجنون چه مستی ریخت اندر کوهسار — میرسد در گوش آواز رباب از سنگها

جلوه گاه آن پری در کعبه و بتخانه نیست — بر رخ مطلوب آمد صد حجاب از سنگها

ناله را در شهر و صحرا یک اثر باشد مدام — میرسد از سوز دل بوی کباب از سنگها

رونق از رشکت دل سنگین او رقت کند
فصل باران بینماید جوش آب از سنگها

وحشی همچو نسیم است ز گلزار مرا — آرزو سخت کشد جانب دلدار مرا

دیده ناسور شد از گریه گهربار مرا — چه قدر رهاست نگر حسرت دیدار مرا

دیدن آئینهٔ ساخته سرشار مرا — برد از خود اثر نرگس پرکار مرا

سالها کرد فراق تو گرفتار مرا — میتوان کرد گهی شاد ز دیدار مرا

بیخودیهاست نگر سایه نشین خانش — سر کوی تو بود خانهٔ خمار مرا

آهوی دشت نگه کن که بگردم نرسد — شوخی چشم کسی کرد گرفتار مرا

حرف حق گویم و اندیشه ندارم از کس — داد منصور خلافت بسر دار مرا

جوش زد گریه چو واشد نگهم بر رویش — سخت ناکام نمود است دل زار مرا

همچو آئینهٔ تصویر که بر دوش برند — شد ز پای دگران صورت رفتار مرا

چتر زرین شهان تکیه بباد است ای دل — باغ فردوس بود سایهٔ دیوار مرا

دود آهم چو کمان حلقه زند سوی فلک — پیچ و تاب است ازان ابروی خمدار مرا

مست سرگشتگیم باعث جمعیت دل — گردش طالع من شد خط پرکار مرا

همچو نقش قدم آئینه حیرت بودم — وحشت آموخته **رونق** نگه یار مرا

جز هوای صنمی نیست بدل **رونق** هیچ — چون حباب است تهی خانه ز اغیار مرا

گرد شرمنده نگاهش مه کنعانی را — آتش افگند لبش لعل بدخشانی را

تا کجا ضبط کنی خندهٔ پنهانی را — از دل خون شده بردار پریشانی را

بندگی را ثمر روشنی دل باشد — سجدهٔ درگهش افروخته پیشانی را

جاه و اقبال جهان لایق رغبت نبود — تکیه بر باد بود تخت سلیمانی را

هست در چاره گری دوری رحمت مضمر — منع فیض است اثر پردهٔ بارانی را

نیست از دیدن آئینه گزیرش ای دل — از کف خود ندهی دامن حیرانی را

گریه را در دل زار است عجب کیفیت — عزتی شد بصدف قطرهٔ نیسانی را

نیست وحشت زدگان را بکسی میل سخن — در دل از شهر ملالی است بیابانی را

بسکه از شرمِ رخت ریخته شد رنگِ چمن
برگِ گل آئینهٔ شد کشتیِ طوفانی را

زود بگذر ز سرِ خاکِ شهیدان ترسم
چشمِ زخم است اثرِ دیدهٔ قربانی را

همزبانی چو نیامد بنظر رونق زار
یکطرف کرد ز دل میل سخندانی را

رام میخواهی اگر آن بتِ هرجائی را
یکدم از دست مده عالمِ تنهائی را

کن گوارا بدل غم زده رسوائی را
دامن از گل شده لبریز شکیبائی را

خوبرو هستی و عالم همه خوبت گویند
زشتیِ خو نه سزد شهرتِ زیبائی را

زود برباد رود خاک چو گردید بلند
بندگی محو کند حشمت دارائی را

جورِ افلاک نگر کارِ مراد از دون کرد
سرمه ام تیره کند دیدهٔ بینائی را

سختیِ طینتِ میناست نگر دشمنِ وی
بشکند سنگدلی گنبدِ مینائی را

جهل از بسکه بود عام درین دورِ خراب
هرخری داشته دعوای مسیحائی را

مشکل اینست که همجنس شود دشمنِ من
گر ز دل دور کنم صورتِ خارائی را

همچو آن طوطی خوشگو که بدامش آرند
کرده ام دشمنِ خود رونق دانائی را

صبحِ بهار موج زند از قفای ما
چون گل شگفتگیست بچاکِ قبای ما

رفتند در زمین همه خوبان دلفریب
بی موجبی بخاک نه غلطد گدای ما

در دم زدن فناست طلسم بنای خاک
کم فرصت از حباب نماید بقای ما

رفتیم زین جهان و دلی را گذاشتیم
این بهترین خلف به نشیند بجای ما

در وادی مصیبت عشق بتان نگر
از درد چشم آبله گرید بپای ما

عکس رخش در آئینهٔ دل نهان بود
خورشید آشکار شود از صفای ما

رونق تمام عمر بهجران گذشت واه
یکدم بسر نیامده با مه لقای ما

*بر شرم کی افگند آن شوخ جانان سایه را
گر لباس زر کند سرو چراغان سایه را

طبع آزادان شود وارسته از بند خطر
در گذشتن آتش و آب است یکسان سایه را

از غم هجران نگشتی سایه آسا ناتوان
بر زلیخا گر فگندی ماه کنعان سایه را

صحبت روشندلان اکسیر قلب عیبهاست
چون شعاع مهر سازد دور غلطان سایه را

سبز رنگ آنشوخ گل پوشم چو آید سوی باغ
میکند گویا برنگ شاخ ریحان سایه را

اختلاط ظالمان دارد خلشها بیشتر
بیحلاوت میکند خار مغیلان سایه را

* یہہ اور اسکے بعد کی غزل اصل نسخہ مین درج نہین تھی تذکرهٔ صبح وطن مولفهٔ نواب غلام غوث خان اعظم سے نقل کیگئی ہے ۱۲

یابد آسایش بزلفِ او دلِ مشتاقِ وصل
بیشتر جویند رونق تشنہ کامان سایہ را

مستِ نازم افگند گر بر گلستان سایہ را
سرو قد خویش را چون جلوہ بخشد در نظر
در بیابان ہمسری با کوہ دارد حیرت است
میکند افتادگی آزاد از بند خطر
خاکساری خضر راہ او مگر گردیدہ است

چشم ہر کیفش کند مثل خمستان سایہ را
آن کہ پنہان میکند از دورِ داماں سایہ را
بر لبِ دریا نسیمی کرد لرزان سایہ را
شیر با این رعب کی سازد ہراسان سایہ را
نیست در صحرا نوردی بیم نسیان سایہ را

وردِ نامت را چو رونق حرزِ جان از دم
بر سرش پیوستہ نہ یا شاہِ جیلاں سایہ را

دل بغم ساز کردہ ما را*
شب کہ دمساز کردہ ما را
سحر این ناز چہ نام نہیم
ای دلِ زار چون جرس بفغان
مرحبا حسن بی نقاب ازل

نالہ غماز کردہ ما را
محرمِ راز کردہ ما را
نظر انداز کردہ ما را
ہمہ آواز کردہ ما را
پردہ راز کردہ ما را

* یہہ غزل تذکرہ معدن الجواھر مولفہ مولوی مہدی واصف سے نقل گیگئی ۱۲

تماشائی شود آئینهٔ حسن بحجابش را | کتان شد پرده های چشم عاشق ماهتابش را
محال است این که در عشقش دل و دینم بجا ماند | که باشد نشئه از موجِ جنون جام شرابش را
بصحرای مرا افگند چشمِ عشوه سازِ او | که از خاکِ شهیدان رنگ می باشد سرابش را
خمار آلوده چشمی میشود غارتگرِ هوشم | که شد گهواره جنبان فتنهٔ بیدار خوابش را
ز دستم میبرد دل شهسوار برق جولانی | که از مژگانِ آهو باد والی شد رکابش را
بیک آهنگ دلکش مطرب مستان دهد هوشم | اگر از ناله و آهسته آهنگی ربابش را

دلِ وارسته از اندوه و غم یارب که دید اینجا | چو بید انگشت طفلی از الم آهی کشید اینجا
چه مشغولی بسیر باغ و ریحان و گل و نسرین | بیا ای شوخ از خونِ دلم گلشن دمید اینجا

کلیدِ گنج معنی ساختی یارب زبانم را | ز یاقوتِ سخن رشکِ بدخشان کن دهانم را
شود گر گوش اسرافیل هم از شورِ فریادم | تغافل های او کرد این قدر افزون فغانم را

احوالِ تیره بختی ما راز ما مپرس | خالِ رخ تو آئینه دار نشانِ ما
آواره گردِ وادی عشقیم چون غبار | جز دامنِ نگار رهنما شد امانِ ما

※ بعدِ قتلم آن ستمگر بیوفای سنگدل — پا نهد بر سینه و گوید که دشمن زیرِ پا
نیست کس در جانگدازی مثلِ آن ثابت قدم — شمع میداند که آخر هست مدفن زیرِ پا

بصحرای جنون لب تشنه‌ام آبی نمی‌خواهم — لبِ خشکِ مرا سیراب میسازد سراب اینجا

ردیف بار

نمیدانم چرا شد زرد رنگِ ماهتاب امشب — مگر آمد بگلشن شمعِ رویش بیحجاب امشب
بتاثیرِ نگاهِ چشمِ مستِ آتشین خوئے — ز هر اشکم بطغیانیست صد بحرِ شراب امشب
رواج از بس گرفت از دورِ چشمِ نشه ایجادش — که ریشِ خویش را از می کند زاهد خضاب امشب
مگر افتاد عکسِ شوخیِ مژگانِ گیرائیش — که باشد ماه چون گرداب اندر اضطراب امشب

صریرِ کلکِ رونق واکند گلهایِ معنی را
معطر شد مدادِ خامهٔ او چون گلاب امشب

نازم برفعت دلِ دیوانهٔ حباب — بر بام بحر یافت بنا خانهٔ حباب
آئینهٔ فلک شده خمخانهٔ حباب — جامِ جهان نما شده پیمانهٔ حباب
افتاد عکسِ عارضِ نیرنگ او مگر — طاؤس جلوه‌گر شده پیمانهٔ حباب

※ منقول از تذکرهٔ گلزارِ اعظم ۱۲

زدشتِ پا بگوهر و سرمایهای بحر | شرمنده ام زهمتِ مردانهٔ حباب
چون دل تهی زغیر شو جلوه گاهِ اوست | مملو شد از محیط از آن خانهٔ حباب
هرگاه وصفِ لعلِ دُرافشانِ یار کرد | شد رشته دارِ لعل و گهر دانهٔ حباب

رونق دلم گرفت بصحرا و بعد ازین
آرم بدست گوشهٔ ویرانهٔ حباب

عکسِ آن لعلِ شراب آلوده افتد گر در آب | جای نیلوفر دمد دایم گلِ احمر در آب
گریه چون آید ترا از ناله ها پرهیز کن | میشود ضبطِ نفس غواص را رهبر در آب
پرتوی افگند شاید ابروی خمدار او | پیچ و تابِ موجِ دریا گشت چون خنجر در آب
هر که پاس آبرو دارد دنیا میزد به خلق | غرق گردید ست ازین باعث مگر گوهر در آب
گر نگاهِ مستِ او بر ساحلِ دریا فتد | پر ز می گردد صدفها جمله چون ساغر در آب
زعفرانی پوششِ من گر جانب دریا رود | میشود یکسر حبابش چون گلِ اصفر در آب

می رود بر باد شورِ ناله های عندلیب | گوش باشد گل پیِ سمعِ صدای عندلیب
بسکه مملو شد چمن از ناله های عندلیب | از هبوبِ بوی گل آید نوای عندلیب
در حقیقت نازِ معشوقی نیازِ عاشقی ست | در گلستان بهرِ سیرِ گل هست و پای عندلیب

عشق در آغوشِ خود سرسبز دارد حُسن را
گل سریر آراست از فیضِ همای عندلیب

ارتباط از بسکه میدارند باهم در میان
آشیانی ساخت گل خود را برای عندلیب

نالهٔ عاشق کند غمخواریِ جانِ حزین
نیست غیر از آه و زاری آشنای عندلیب

سلکِ گوهر بسراپای نگارین امشب
میدهد جلوهٔ مهر و مه و پروین امشب

خون گل میکند از سیل سرشکم طوفان
دیده ام دیده بخواب آن کفِ رنگین امشب

رشته دارِ رگِ گل گشت سراپای تنم
بهم آغوشیِ آن ساعدِ زرّین امشب

بهرِ پابوسِ تو ای غارتِ آرامِ حزین
پردهٔ دیده نهادم بچه آئین امشب

همچو برفست برودت همه تاثیر در آب
سرد مهری فلک ریخت طباشیر در آب

تیغِ ابروی کسی کرد چه تاثیر در آب
جنبشِ موج بود جوهرِ شمشیر در آب

نظرش را بدل زار عجب کیفیتی هست
میشود طرفه تماشا چو فتد تیر در آب

دوش از خجلت آهِ دلِ محزونِ کسی
کهکشان گم بفلک گشت چو زنجیر در آب

ردیف تاء

کفِ حنائیِ او ساغرِ شراب گرفت
می از بهارِ کفش طرفه آب و تاب گرفت

صبا بصحنِ چمن از رخش نقاب گرفت
تمام روی زمین را به ماهتاب گرفت

چو دید ریزشِ اشکم بدامنِ گلشن
سحاب را عرقِ خجلتش در آب گرفت

ز آهِ سرد مرا ذوقِ بربط و چنگ است
دلم ز نالهٔ خود عشرتِ رباب گرفت

بفصلِ پیری خود دل چو عشقِ او ورزید
ز سبز رنگِ خطش نسخهٔ خضاب گرفت

حنای پنجهٔ او ریخت خون بساغرِ من
ز دستِ یار دلم لذّتِ شراب گرفت

نگر ز سینه دلم بُرد و زد ز غمزهٔ او
که طفلِ اشک بدنبالِ او شتاب گرفت

زرنجِ گردشِ لیل و نهار یافت نجات
چو **رونق** آنکه بدل اُنست از کتاب گرفت

تا بپای تو حنا رنگِ قدمبوسی ریخت
لختِ دل خون شد و از چشم ز مایوسی ریخت

مسی آلوده لبِ یار چو آمد به خیال
پرتوِ شمع بکاشانهٔ ما طوسی ریخت

رفت بر بادِ فنا شورشِ این دیرِ خراب
عاقبت سرمه بکام و لبِ ناقوسی ریخت

بسکه از داغِ تو سر تا قدمم لبریز است
اشکِ من آبِ رخِ گلشنِ طاوسی ریخت

زده دنبالهٔ چشمش بدلِ من شبخون
حیف کین فتنه از این گوشهٔ جاسوسی ریخت

باگراں کارِ سبکسار نیفتد که هلال
بر فلک پیکرِ حمّالیِ معکوسی ریخت

عشق زان آتشِ جان سوز که پنهان میداشت
جادهٔ دنیا سپرِ تیرِ قضاے گردد

ایضاً

شرری بود که بر صبرِ دلِ موسی ریخت
عاقبت فوجِ اجل بر سرِ کاؤسی ریخت

شمعِ رخسار در آمد چو به محفل رونق
طرح مینائے پروانهٔ فانوسی ریخت

در خونِ دلم تازه آن سیم تن انگشت
از بسکه بود محوِ تحیر ز رخت شمع
سرمایهٔ بخت ترا شهرتِ آفاق
تا برد صبا نکهتِ زلفت زده از رشک
تا ریختهٔ رنگِ خرامِ قدِ رعنا
تا رنگِ سخن ریخته لعلِ تو به محفل

دارد چمن از غنچهٔ گل در دهن انگشت
چون خار ز حیرت شده یکسر بدن انگشت
دارد ز ندامت مهٔ نو در دهن انگشت
در دیده ز مو نافهٔ مشکِ ختن انگشت
بر جادهٔ باغ است بچشمِ چمن انگشت
بر چشم ز رگ داشت عقیقِ یمن انگشت

برگشتنِ رونق پئے اثباتِ شهادت
گر دیده بدامانِ تو هر هر سخن انگشت

برنگِ کاغذِ رنگین دماغم تازه و خشک است
اگر بزمست گرم از آتشِ رخسارهٔ ساقی
بشب از حسرتِ لبهای آن دلدار گریانم

بسانِ لالهٔ گلزار داغم تازه و خشک است
که همچون ماهتاب امشب ایاغم تازه و خشک است
بیادِ لعلِ رنگینش چراغم تازه و خشک است

بود ویرانهٔ دل از خیالش نزهت آبادی | که مانندِ فضای چرخ را غم تازه و خشکست

رُخِ نیرنگِ جانان تا بچشم آمده رونق
برنگِ دیدهٔ سرشار با غم تازه و خشکست

عاشقان را نه فقط طالعِ ناساز بلاست | دل بلا دیده بلا گریه بلا راز بلاست
غمزه از یک طرف آراسته فوجِ خونریز | نه همین عشوهٔ آن دلبرِ طناز بلاست
خامشی پیشهٔ خود ساز که مانندِ حباب | اندرین بحرِ فنا جنبشِ آواز بلاست
همچو سایه بره عشق زمین گیر برو | که درین وادیِ آتش زده پرواز بلاست
مطربِ باده کشان بَد دلِ زاهد را | شوخیِ نغمه بلا دمکشیِ ساز بلاست
صلح و جنگست ز حرفِ تو عیان در دلِ من | سخنِ تند بلاست معنیِ انداز بلاست

شد برون از دلِ رونق هوسِ نقش و نگار
همچو طاوس بخود زینت و پرواز بلاست

پیرهن تا به قدش طرحِ هم آغوشی ریخت | خارِ حسرت بدلِ گل ز الم جوشی ریخت
گلِ خورشید هوس کرد که جامش گردد | تا بگلشن بدلش الفتِ بیهوشی ریخت
دل تاسف بَرَد از کم شدنِ قطرهٔ اشک | همچو آن کیسهٔ گوهر که ز بیهوشی ریخت
فلک از کاهکشانِ رشتهٔ گل می آرد | تا بجا طربتِ من حسرتِ گلپوشی ریخت

ظرفِ زاهد از حوصله نشه نداشت — جامِ می از کفِ ساقی بفراموشی ریخت
بیشتر گشت تغافل بنگاهِ شوخت — دُرِ گوشِ تو چه اسرار بسر گوشی ریخت

الفت آمد بجهان باعثِ زحمت رونق
شاخِ گل در چمن از آفتِ همدوشی ریخت

بیصرفه ز غفلت بکفِ پای تو خار است — در پردهٔ گل چون نگری جلوهٔ یار است
دریا و تو هر ذره بخورشید دوچار است — چون داغ گرم غنچه دل و جانِ بهار است
از غیر نه بیسند چو دفا سوی من آمد — ناخن زنِ طاقت دلِ بیصبر قرار است
اندیشهٔ نظاره ز کس نیست رخت را — حیرت زدهٔ حسنِ ترا دیده نگار است
از منتِ پیراهن و اسباب چه پرسی — مو بر تنِ وارستهٔ دنیا همه بار است
زاهد تو و گلزار نعیم و من و آهی — اینجا بدلِ خون شده غم سرو کار است
برباد شوی گر بروی از وطنِ خویش — اندیشهٔ پرواز بلای بشرار است
چون عاملِ معزول که در بند نشیند — برداشت سری هر که بعالم همه خوار است

در دامِ محبت همه عالم شده پابند
رونق دلِ آن شوخ چه مایل بشکار است

شهیدِ نازِ ترا یک جهان تماشائیست — بحیرتم که حسنِ ترا چه زیبائیست

نگاهِ شوخِ ترا بسکه جوشِ رعنائیست — دل آب شد بغم و مایلِ شکیبائیست

مجوی صحبتِ کس گر فراغتی خواهی — که راحتِ دو جهان در لباسِ تنهائیست

چو شمع داغِ دلم پرتوی همی گیرد — نگارِ ماه رُخِ من بمحفل آرائیست

نگفتمت که دلِ ناتوان بدست آری — شنیدنِ سخنِ دوستان ز دانائیست

بگرد و پیش دود خلق همرهِ مجنون — نگر بدیدهٔ دل عزتی برسوائیست

بفیضِ حضرتِ آگاه کلکِ ما رونق
بگلزمینِ سخن در بهار پیرائیست

بدورِ ماهِ رخانم چه مشکل افتاد است — که رفت دل ز کف و خواهشِ دل افتاد است

نگاهِ شوخِ تو از بسکه قاتل افتاد است — بهر کجا که به بینیم بسمل افتاد است

بهر کجا که رود از نیاز عاشقِ او (معشوق) — چو سایه در قدمش تا بمنزل افتاد است

غبار را نبود این قدر رسائی ها — نگاهِ قیس بدنبالِ محمل افتاد است

چگونه بادِ صبا بر زمین نیندازد — که در چمن برخت گل مقابل افتاد است

که رفت بهر تماشای آب دریا را — ز شوقِ دیدنِ او سرِ ساحل افتاد است

بدستِ تو گلِ زخم آرزوست رونق را
بگردنِ تو چو هارِ حمایل افتاد است

یک جلوه میتوان کرد بتخانه التماسی است — نازی صنم بچشمت مستانه التماسی است

در بزم باده نوشان بی روی دلفریبت — مینا بگریه آمد پیمانه التماسی است

از زلف پیچ در پیچ زنجیر کن بپایش — ای نازنین ستم جو دیوانه التماسی است

در شهر نیست وسعت یک آه نارسا را — ای ناله شعله برکش ویرانه التماسی است

برچاک دل نظر کن از مدتی به پیشت — از جوش بیقراری این شانه التماسی است

از بسکه آب دارد دریادل آن پریرو — با اشک بیقرارم دردانه التماسی است

رونق بمحفل آمد آن شعله روی سرکش
با آه آتشینم پروانه التماسی است

رغبتی گرنه ز مژگان دلازاری هست — در دل از رشتهٔ انفاس چه خاری هست

در عدم نیز بخاطر هوس یاری هست — بدل خون‌شده ام میل جفاکاری هست

ناله آهسته کنم رحم مرا می آید — که درین سینهٔ زارم دل بیماری هست

سخن تند چرا هست نگاهت کافی — عشوه کن اگرت خواهش پیکاری هست

اشک در دیده ام آئینه صفت شد حیران — چقدر رها بدلم حسرت دیداری هست

از شعاع است چرا رشته زنجیر بپا — گرنه خورشید بعشق تو گرفتاری هست

ششجهت جلوهٔ روی تو دهد دیده کجا — ورنه صحرا همه در یاد تو گلزاری هست

حالِ دستار چه پرسی بفراقِ دلدار | سرِ ما همچو گهر بر تنِ ما باری هست

رونق آید بنظر تخت شهی چون سنگم
چترِ شکیں بسرم سایهٔ دیواری هست

بسکه نازش بارِ غمها بر دلِ شیدا گذاشت | ناتوانی در رهش ما را چو نقشِ پا گذاشت
آن شکار افگن قدم در عرصهٔ صحرا گذاشت | بیکسی در وادیِ تنهائیم تنها گذاشت
سوزِ دلهای پریشان را اثر باقی بود | یادگار آتشی شررها در خارا گذاشت
دیگران را کامِ فردا داد امروز از کرم | عرضِ امروزِ من بیتابِ فردا گذاشت
از زمین تا آسمان یک حلقهٔ دامست و بس | از جفای دورِ گیتی نیست کس را وا گذاشت
الفتِ صیادی آرد مرا در دامِ او | بارها هر چند از اغماض بند از پا گذاشت
گفتمش از شورشِ مستان دماغم میرود | عشوه در کار برد و پنبه بر مینا گذاشت
داد اهلِ بزم را جامِ مکرر ساقیم | چون بمن افتاد نوبت ساغرِ صهبا گذاشت

وحشتِ مجنون بود رونق بصحرا تا بحشر
چشم پوشید و بجای خویش آهو را گذاشت

انفعالِ بیکسی هایم تماشا کردنی است | مایهٔ صیدِ دو عالم را مهیا کردنی است
حلقه های زلف را جانان مگر وا کردنی است | بوی مشکِ نافه را بسیار رسوا کردنی است

رفته در دیرانه در د انتظارش میکشم | عرض حال دل مرا با دوست تنها کردنی است
دست اندر حلقهٔ زلفش زنم امشب بشوق | نشئهٔ دیوانگی ها را دوبالا کردنی است
تا شوم آگاه از کیفیت نازک دلان | سنگ دلهای بتان را همچو مینا کردنی است
زاهد افسرده را کی ره توان بردن زخویش | آن نگار نازنین را محفل آرا کردنی است
نیست اندر عاشقانت اندکی بوی وفا | باز مجنون رانجاکش رفته احیا کردنی است
گر تماشا هیمائی چاک گل ها را بباغ | دلبر طاقت ربا را جامه زیبا کردنی است

نیست در عشق بتان رونق بجز ناکامئی
الفتی با ظالمان خون تمنا کردنی است

دیده ام جنس پریشانی بسامان گل است | در گلستان دست چاکی هست و دامان گل است
گر متاع بخت دل خواهی بدوکان گل است | لاله اندر باغ آتشهای افغان گل است
آه روشن دل کجا با تیرگی مایل شود | بر فلک رنگ شفق دود چراغان گل است
یک نفس نا شد بقالب عاشق و معشوق را | در حقیقت ناله های بلبلان جان گل است
سینه چاکان عدم را شورشی باشد مدام | غنچه در صحن چمن گرداب طوفان گل است
گرمی جوشیهای اینان را نباشد فرصتی | گل بود مهمان باغ و رنگ مهمان گل است
باغ را چون بنگرم یک دیده حیرت بود | گل بجو حیران و شبنم نیز حیران گل است

دیدنِ گل عاشقانرا یادِ رویت میدهد ‌ ‌ ‌ بر دلِ زارم هجرانِ تو احسانِ گل است

میشود رونق هجومِ بلبلان چون بوی گل
آهِ ما در یاد رخسارش ز خویشانِ گل است

دوش در محفلِ او آه شرربارم سوخت ‌ ‌ ‌ آب هر چند شدم جوششِ دلدارم سوخت
در برم آمد و از گرمیِ بسیارم سوخت ‌ ‌ ‌ از فلک شکوه ندارم که دلِ زارم سوخت
سوختن را بدلم منتِ دیگر باشد ‌ ‌ ‌ راحتی هست که آن یارِ جفاکارم سوخت
گر بهجرانِ تو سوزم نبود هیچ عجب ‌ ‌ ‌ مشکل اینست نگر لذّتِ دیدارم سوخت
سالها شد که بدروازهٔ باغم محروم ‌ ‌ ‌ باغبان رحم دل از حسرتِ گلزارم سوخت
آتشِ دل نشود گاه به تسکین مایل ‌ ‌ ‌ چون نشستم بدرش سایهٔ دیوارم سوخت

حیرتِ حسن چه نیرنگ نماید که چو شمع
نشدم آگه و رونق همه دستارم سوخت

تا رفتنش بخاطرِ اندوهگین نشست ‌ ‌ ‌ گردم بدامنِ فلکِ هفتمین نشست
تا حسرتِ لبش بدلِ انگبین نشست ‌ ‌ ‌ چون شمع سوخت ز آتشِ رشک و حزین نشست
افروخت تا عذارِ تو شمعِ بهار را ‌ ‌ ‌ پروانه گشت مهر و بگردش قرین نشست

*در فراقم نه هوای چمنی در کار است	خلوت - جام می گلبدنی در کار است
در فنِ عشق به تعطیل نمی باید زیست	دلبری گر نبود دلشکنی در کار است
در فراغت بفراست تنِ عریان پوشی	بنگر از غور که آخر کفنی در کار است

ردیف ثاء

(زنده)

مایلِ الفتِ او شد دلِ ناشاد عبث	آنکه صد بنده بهر دم کند آزاد عبث
بانگاهِ غضبت خنجرِ جلاد عبث	پیشِ موی مژه ام خامهٔ بهزاد عبث
کاش بر صفحهٔ دل صورتِ شیریں بستی	بر سرِ سنگ تو و محنتِ فرهاد عبث
بیوفا هستی و عالم همه نالانِ تو اند	در دلِ من هوسِ عشقِ تو افتاد عبث
نیست جز دیدهٔ تر لذتِ کوثر حاصل	چند ای شیخ کشی زحمتِ اوراد عبث
میتوان از نگهی کارِ مرا آخر کرد	بر منِ زار کنی این همه بیداد عبث

نیست رونق اثری در دلِ سنگینش هیچ
میکنی بهرِ چه شبها همه فریاد عبث

میشود آئینه همزانو بجاناں الغیاث	شانه شد گستاخ با زلفِ پریشاں الغیاث

* معدن الجواهر سے نقل کیگئی ۱۲

می طپد دل در برم از درد هجران الغیاث / جز امیدِ وصل نبود هیچ درمان الغیاث

آستین در دست دیگر میرود خندان بناز / میکشد از دستِ این آواره دامان الغیاث

سوی من چون بنگرد چین بر جبین خود زند / میشود خرم بدیدار رقیبان الغیاث

گل پریشان لاله پرخون سرو در حیرت بود / یکدلِ خرم نباشد در گلستان الغیاث

میرسد صد فصلِ گل بر باد و من در حیرتی / تا بکی باشد سرم اندر گریبان الغیاث

نیست جز فریاد رونق چارهٔ دردِ دلم / هست جمعیت دهِ آشفته حالان الغیاث

ردیف جیم تازی

عارضِ روشنِ او نیست بافشان محتاج / صبحِ نوروز نباشد بچراغان محتاج

دلِ حیرت زده با گریه کجا پردازد / نشود گلشنِ تصویر بباران محتاج

لبِ لعلِ تو چرا منتِ پان بردارد / آتشِ لاله نگردید بدامان محتاج

جامِ می نیست غرض شگفته چشمِ ترا / محوِ روی تو نگردد بگلستان محتاج

منعمان بهرِ گدا منتِ غیری کشند / بحر از بهرِ صدف گشت به نیسان محتاج

ساقیا ساغرِ لبریز بمن ده نشود / چشمِ گریان بسوی ابرِ بهاران محتاج

غنچه سان وا شود از خویش دلِ من رونق

عقدهٔ خاطرِ من نیست بیاران محتاج

بسکه شد اندر سرشت این گنبدِ دوّار کج — کهکشان کج ماه کج عقرب کج و رفتار کج

خوبتر از راستی گردد ز وضعِ یار کج — چون گذارد بر سرِ خود طرّهٔ دستار کج

میشود کجرو بسوی راستی رهبر مدام — حلقه آید راست باشد گرچه در پرکار کج

کج کلاهی میکند بر مسندِ خود از غرور — بیشتر باشد ز بس در طینتِ زردار کج

میشود دل محوِ عشقِ کج کلاهی اشبهم — بر فلک پرواز کرده آهِ آتشبار کج

عشق را لازم بود پیوسته همرنگیِ حسن — میکند بلبل ز وضعِ شاخِ گل منقار کج

ظالم آخر میشود در رونق خجل از جورِ خویش
میشود از درد اندر پا خلیدن خار کج

ردیف جیم فارسی

تسکین نشد بگریه دلِ بیقرار هیچ — از سیلِ اشک هم نه نشست این غبار هیچ

خواهم یکی بناوکِ مژگانِ او زخم — دل راحتی ز غم نکند نوکِ خار هیچ

دارم تاملی بچه تشبیه او دهم — شد زخمِ گل مقابلِ جانِ فگار هیچ

در باغِ این جهان بچه دل خوش کند کسی — گل هیچ غنچه هیچ خزان و بهار هیچ

سویم رسید یار و ندامت همی برم — جز دل نمانده است برای نثار هیچ

در بستن و شکستن آں طرفگی بود
این توبۂ نست چو پیمان یار ہیچ

رونق بغیر آہ نداریم ساز و برگ
جز سوزِ دل نماند متاع شرار ہیچ

ردیف حاء

در فراقِ مہر رویش اشک ریزانم چو صبح
گل کند خورشید از چاکِ گریبانم چو صبح

زخم دل بہ شد ز موی زلف میساز د رفو
رشتۂ خطِ شعاعی چاکِ دامانم چو صبح

شد دلِ من آنقدر روشن بہ فیضِ عشقِ پاک
مظہرِ انوار آں خورشید تابانم چو صبح

ناتوانی مانع نظارۂ رویش بود
دست و پا گم کردۂ شوقِ گلستانم چو صبح

خواستم ہر چند تا در پردہ دارم سرِ خویش
از صفای دل عیاں شد رازِ پنہانم چو صبح

نیست تاب و طاقتِ بیروں شدن از دامِ او
بستۂ زنجیرِ آں زلفِ زرافشانم چو صبح

ہر کہ می بیند مرا دل چاک میسازد ز غم
نیست غیر از لختِ دل رونق بساما نم چو صبح

بدستِ خویش اگر گیری ای نگار قدح
شود ز روے تو آئینۂ بہار قدح

بیا بہ محفلِ رنداں بدست آر قدح
با نتظارِ تو گردید چشمِ زار قدح

کجا علاجِ فراقش بہ میکشی آید
بہ ہجرِ دوست فزاید مرا خمار قدح

بیا به محفلِ ما زاهد اندگی دارد / برای غارتِ هوشِ تو انتظارِ قدح

بنوشِ ساغرِ می گر کدورتی داری / بفیضِ باده بر داز دلت غبارِ قدح

دمیکه روی تو از باده بر فروزد رنگ / ز جوشِ شوق کند خویش را نثارِ قدح

چه قسمت است مرا از ازل نگر رونق / بجای قطرهٔ می ریزدم شرارِ قدح

ردیف خاء

میتوان گشت بصد بار به جانان گستاخ / نتوان حرف زدن گه به رقیبان گستاخ

دسترس نیست چه سازم منِ بیچارهٔ غم / شانه گردید بآن زلفِ پریشان گستاخ

پشتِ پا میزند از ناز و عتاب آن شوخم / گر بگیرم برهش گوشهٔ دامان گستاخ

دور باشِ مژه گر مانع جرأت نشدی / چقدر میشدم افسوس بجانان گستاخ

بچه تدبیر در آغوشِ من آید آن شوخ / برخش وا نتوان کرد چو مژگان گستاخ

پیچ و تابی بدلش گر نشدی از منِ زار / میزدم دست بر آن کاکلِ پیچان گستاخ

گر رسد فصلِ بهار از سرِ عشرت رونق / میشوم باز بدلبر بگلستان گستاخ

ز جوشِ نشئهٔ صهبا تر است چشمان سرخ / مرا ز قطرهٔ خونابِ اشکِ مژگان سرخ

بخونِ دیدهٔ عشاق کردهٔ رنگیں / وگرنه ایں قدرت ازچه گشت داماں سرخ

چه رشک هاست بهم حسنِ خوب رویا نرا / که گشت رنگِ رخِ یار در گلستاں سرخ

چگونه خوں نه شود در کفش دلِ عاشق / حنائی پنجهٔ او کرد گوی وچوگاں سرخ

چگونه سرخ نه گردد رخِ تو در خوباں / که تکمه سرخ قبا سرخ هم گریباں سرخ

زتابِ روی تو خاموش گشت آتشِ آه / به پیشِ مهر کجا میشود چراغاں سرخ

گدام شوخ دلت میبرد ز کف رونق / که باز دیدهٔ زارِ تو شد بهجراں سرخ

ردیف دال

گر بمحفل صفتِ تیشهٔ فرهاد کنید / سینه چاکاں زسرِ ناخنِ پا یاد کنید

چوں نگاهی بچمن برگل و شمشاد کنید / از رخ و قامتِ دلجوی کسی یاد کنید

عاشقاں گر بچمن خواهشِ گلگشت بود / لاله در باغ به بینید و دلی شاد کنید

گر بخاطر هوسِ بوسهٔ پایش باشد / خویش را در سرِ کویش همه برباد کنید

بعدِ مدت دلِ او مایلِ تصویر افتاد / زود موی مژه را خامهٔ بهزاد کنید

نامهٔ مرگ رسیده است ز درگاهِ عدم / چشم پوشیده بفرمانِ اجل صاد کنید

همچو رونق باسیری همه خرم باشید

در قفس نیز دعا در حق صیاد کنید

اگر بیداری بخت تو زاهد یاورت گردد
بسوی گوشهٔ میخانه ساقی رهبرت گردد

گوارا نیست بال افشانی نامحرمی پیشت
دل دیوانه ام اکنون سپند مجمرت گردد

نمایم تختهٔ یاقوت صحن آستانت را
که بال افشانی دلهای پرخون یاورت گردد

غرور جاه دنیا نیست شایان قوای منعم
که بر باد زوال این مایهٔ کرّ و فرّت گردد

تواضع پیشه کن گر اوج دولت را بقا خواهی
که همچون نقش پا روی زمین فرمانبرت گردد

ز خون خویشتن رنگین نما رونق تو داماش
که در روز جزا بر قتل او تا محضرت گردد

لبش از مستی دهان غنچهٔ نیلوفری باشد
تبسم حسن او را در ملاحت پروری باشد

بت غارتگر هوشی بمن هر دلبری باشد
که نقش پای او آئینهٔ حسن پری باشد

بلاگردان حنش شد ز دست مهر و مه گردون
هلال اندر کف او حلقهٔ انگشتری باشد

به پیش قامتش سرو سهی خم گشته از حیرت
بشوق عارضش گل محو پیراهن دری باشد

کجا موج گهر آئینهٔ تمکین او گردد
زمین بوس خرام یار من کبک دری باشد

هوای بوسهٔ اشش در عرصهٔ امکان نمی گنجد
بهای رونمایش صبر و جان مشتری باشد

خراب افتاد رونق خانهٔ دل چون خم صهبا

نگاهِ ساقیِ ما بسکه در غارتگری باشد

زبسکه گریهٔ دل را دمی قرار نماند
چو گرد باد بچشمم بجز غبار نماند

نشانِ فصلِ گل از جورِ روزگار نماند
بغیر دیدهٔ ما هیچ آبشار نماند

زسردمهری ارباب روزگار مپرس
درونِ سنگ ز تاثیر آن شرار نماند

گداخت آتش هجرش مرا که از تنِ من
بغیر سیلِ سرشکی چو آبشار نماند

خمیرمایهٔ این باغ عبرت والم است
کشود چشم گل و موسم بهار نماند

سبو بدوش و صراحی بکف پیاله بدست
هزار شکر که ساقی به ننگ و عار نماند

زفیضِ پیرِ مغان رستم از الم رونق
بعقل و هوش مرا هیچ کار و بار نماند

هر داغِ دلم رشکِ شرار است به بینید
دل سوختگان طرفه بهار است به بینید

عالم همه آغوش و کنار است به بینید
جانان که سرگرم گذار است به بینید

در گلشنِ مکان طرب و عیش غم افزاست
خندیدنِ گل بر سرِ دار است به بینید

گرد رهِ او سرمه کشِ دیدهٔ آهوست
بر توسنِ شوخی که سوار است به بینید

نه شیشهٔ افلاک بیک جرعه کشیدم
یاران بسرِ من چه خمار است به بینید

در پرده چو بوده دلِ عشاق همین برد
بی پردگیِ او بچه کار است به بینید

هر کس که دو چار است درین کشورِ خوبی
هرچند که پروانه فنا گشت بیک دم

ای بی بصران اینهمه یار است به بینید
اندر دلِ هر شمع چه خار است به بینید

صیاد چو بسمل طپد از کشتنِ رونق
در وادیِ عشق این چه شکار است به بینید

مجو مناسبتی خسروا تو با فرهاد
کجاست دامنِ آلوده و کجا فرهاد

برابری نتوان کرد پیشِ با فرهاد
ز رشکِ ما زده بر فرق تیشه را فرهاد

شود ز تابِ نگاهش چو آب سینهٔ کوه
افتاد کار بسنگیں دلی مرا فرهاد

بغیر دلبرِ عاشق نواز دل نه دهی
بپوش چشم ز دلدارِ بیوفا فرهاد

زکم نگاهیِ او آنقدر ستم دیدم
ندیده است ز شیرین چنیں جفا فرهاد

رضای خاطرِ او میتوان مقدم داشت
که نیست خشم بیار این قدر روا فرهاد

شکستِ دل بره عشق رونقی بخشد
زده است تیشه بسر از الم بجا فرهاد

سپاهی را بدنیا اینقدر اسلوب می باید
سلاح خوب و اسپِ خوب و آقا خوب می باید

بایں سه چیز گر هستا ز گشتی جاودان ایدل
ترا در جنگِ دشمن طاقتِ ایوب می باید

ظفر چون یافتی بر فوجِ خصم از رنج و محنتها
ترا با ساغرِ می دلبرِ محبوب می باید

نخواهم گفت یا این ناصحان سوز نہانی را
زکم ظرفان ہمیشہ راز دل محجوب می باید

تمیز و عقل رونق مرد را دارد بناکامی
زبہر بیغمی ہا حالتِ مجذوب می باید

ایدل قدح شراب آمد
مطرب شبِ ماہتاب آمد

برخیز کہ آفتاب آمد
رنگی بگل رباب آمد

تا چشم زدن فناست بنگر
ہستی مثلِ حباب آمد

واعظ بردار دفترِ خویش
از گریہ ہجوم آب آمد

مینا بر سنگ ریخت ساقی
رحمش بدلِ خراب آمد

وصفش گفتیم و داد دشنام
از دوست چہ خوش جواب آمد

از شکوہ گذشت یار از جور
گر دیم خطا صواب آمد

می خورد و ز خویش رفت بیرون
سنگی بسرِ حجاب آمد

رونق ز ازل برای مستان
از لختِ جگر کباب آمد

چون روی تو بی حجاب گردد
گر آئینہ در کفِ تو آید

چشم قدحِ شراب گردد
آتش بوی گلاب گردد

از جوشش شوقِ باده ما را
دل در خمِ می حباب گردد
در سیلِ سرشک جسمِ زارم
چون کاه بروی آب گردد
از نازکیِ دلم چه پرسی
این خانه به نم خراب گردد
گر شاهدِ غیب رخ نماید
هر ذره چو آفتاب گردد

داغِ دلِ من به عشق رونق
چون نقطهٔ انتخاب گردد

شبکه در بزمِ تو ما را ناله سیر آهنگ بود
هر نفس بر شیشهٔ دل آه مثلِ سنگ بود
دوش کان زلف زرافشانش مرا در چنگ بود
افعیِ دورِ فلک را طرفه با من جنگ بود
کاش پیدا میشدی از بهرِ دل جای دگر
عرصهٔ هستی بجولانِ شرارم تنگ بود
بعد ازین در حسنِ بیرنگِ کسی دل میدهم
الفتِ این نوخطان آئینه ام را زنگ بود
در هوایش جمله ذراتِ جهان سرگشته است
یا رب آن حسنِ ازل را طرفه این نیرنگ بود
در گلستانیکه آن نمکین اثر کردی خرام
از نگاهش بوی گل آئینه دارِ رنگ بود

طرفه عزت داشتم رونق بعالم پیش ازین
نقشِ پای در سرِ راهی مرا اورنگ بود

پرده از رخ کشیده می آید
گلستانی بدیده می آید

گر بدست تو گل رسد بچمن ‌ ‌ ‌ خار در دل خلیده می آید
از رخ غیر دیده می پوشد ‌ ‌ ‌ هر که روی تو دیده می آید
مژده ای دل که آن ستم ایجاد ‌ ‌ ‌ بهر قلتت رمیده می آید
یافتم از هراس و خوف رقیب ‌ ‌ ‌ گل وصل توچیده می آید
صیت حسن تو بر فلک هم رفت ‌ ‌ ‌ ماه پشت خمیده می آید
رنگ عیشی بدهر نیست که طفل ‌ ‌ ‌ دست حسرت گزیده می آید
محو عشق رخ تو شاید گشت ‌ ‌ ‌ بوی گل آرمیده می آید

چون سحر باز پیش تو رونق
جامهٔ خود دریده می آید

یاد عیشی که بخاطر هوس یاری بود ‌ ‌ ‌ دل بیمار مرا مونس و غمخواری بود
حسن زیبای ترا بسکه خریدار شدیم ‌ ‌ ‌ از گرفتاری ما گرمی بازاری بود
بیغرض نیست درین دهر کسی را الفت ‌ ‌ ‌ شاید از دیدن آئینه تراکاری بود
خالی از درد محبت نسرشتند دلی ‌ ‌ ‌ گر گلی رست درین باغ بدل خاری بود
همه شب نوحه و فریاد بگوشم آمد ‌ ‌ ‌ صبح دیدم که فغان دل بیماری بود
از پریشانی عالم بامان می بودم ‌ ‌ ‌ مایهٔ جمعیتم طرهٔ طراری بود

رونق از چرخ عبث شکوه نمودم که مرا
باعثِ رنج و الم میلِ دل آزاری بود

روی خود را چو در آئینه تماشا می کرد
غمزهٔ شوخ تلاشِ دلِ شیدا میکرد

شانه چون حلقهٔ زلفِ سیهت وا میکرد
بوی صد نافه بیک تارِ تو سودا میکرد

دلِ وحشت زده را مایهٔ تسکین گشتی
باغبان طرحِ چمن کاش بصحرا میکرد

یادِ روزی که بجور و ستمت نالهٔ من
شورِ محشر بسرِ کوے تو برپا میکرد

شکر گردید مهیا به چمن شیشه و جام
انتظارت چقدر خون بدلِ ما میکرد

پاسِ همرنگیِ خود مانعِ او شد ورنه
بوی گل را به چمن روی تو رسوا میکرد

هفت کشور بکف آورد و ندیده ثمرے
کاش اسکندرِ رومی طلبِ جا میکرد

شیشهٔ می چه قدر مستیِ دل افزاید
گردنِ ساقیِ ما نشّه دو بالا میکرد

یادِ جمعیت و عیشی که برغمِ حاسد
دلِ رونق بسرِ زلفِ تو ماوا میکرد

رخِ تو در نظر آئینه وار می آید
بسادگی چه قدر راز تو کار می آید

بکامرانیِ گیتی کجا دمی فرصت
متاعِ عیش بدوشِ شرار می آید

بکامِ خاطرِ دیوانگان گذشت سپهر
جنون کنیم که دیگر بهار می آید

مپرس حرفِ تمنّای خود ز دیدهٔ من
بجای اشک دلِ بے قرار می آید

به عاشقیِ تو ضرب المثل شدم بجهان
ترا هنوز ز نامم چه عار می آید

بعشقِ او دلِ دیوانه بیخودی تا چند
بخویش آ که بفرق تو یار می آید

نیاید از کفِ صد قیس و کوهکن رونق
بعشق انچه ز دستِ غبار می آید

منعمان چون بزر و مالِ جهان دل بستند
گوهری سیر ندیدند که محمل بستند

عاشقان تا بسرِ کوچهٔ او دل بستند
از دمِ تیغِ تو بر دوشِ حمایل بستند

چه قدر هاست تمنّای شهیدانِ وفا
دیده را در هوسِ چهرهٔ قاتل بستند

میتوان گشت بیک ناله بجانان واصل
درمیانِ من و او آه چه حایل بستند

عالمِ وصلِ بتان را که ندارد بدلے
بیخودی طرفه طلسمی به مقابل بستند

هر که نظارهٔ آن گرد بوحشت پیوست
چه طلسمیست که بر دیدهٔ بسمل بستند

همچو نقشِ قدم افتاده ام از غم رونق
پایم از سلسلهٔ جادهٔ منزل بستند

*جوی از وسعتِ دل دام کردند
سرشتِ چرخِ مینا فام کردند

*یہہ غزل اور اسکے بعد کی غزل دونوں دیوان میں موجود نہیں ہیں تذکرۂ صبحِ وطن سے نقل کیگئی ہیں ۱۲

شرار آسا دمی فرصت ندارم — که آغاز مرا انجام کردند
نموده انتخاب رنگ هستی — بنقش چهرهٔ گلفام کردند
فراهم کرده حسرتهای یک خلق — بصحن این چمن گل نام کردند
بچشم مست او چون همسری کرد — مشبک دیدهٔ بادام کردند
همه اعضای ان یافت تسکین — مگر دل را چه بی آرام کردند
کریمان را عجب تسخیر دلهاست — خطوط دست احسان دام کردند

لسان هر دمک رونق در آغاز
سیه بختی مرا انعام کردند

بازم هوای الفت جانت بلند شد — آه رسا بقصر فلک خوش کمند شد
رسم جفا به پیش بتان چون پسند شد — پامال مثل سایه دل مستمند شد
دیگر فراق زخم دل دردمند شد — هر ناله ام چو شعلهٔ آتش بلند شد
زنجیر زلف کیست دگر دام عاشقان — محو فغان و ناله چو دل بند بند شد
هردم بوعده های وصال است حیله ساز — آن شوخ دلنواز چه گویم که چند شد
زاهد چو کرد گریه به شرب می مدام — مینا ز جوش باده برویش خند شد

نوشین لب کدام لبت را نواخت باز

رونق حلاوت سخنت رشک قند شد

میکشان نقش و نگاری که به مینا زده اند
واشود تا مژهٔ شیشه به خارا زده اند

نقطهٔ خال که بر عارض زیبا زده اند
داغ سوداست که آنرا بدل ما زده اند

میتوان یافت ز خارای شبیه شیرین
گلرخان سنگ جفا بر دل شیدا زده اند

خواهش وصل محالست که این دلجویان
پشت پای ز هوسها بسر ما زده اند

گردباد از سبب تنگی جا برخیزد
بستگان سر زلف تو به صحرا زده اند

طرفه نازیست که این خوش نگهان رعنا
طعنه از لب میگون به مسیحا زده اند

آنچه رونق بتماشای چمن دید این است
نقش عبرت بسر صفحهٔ گلها زده اند

دوش سوی چمنی بی تو گذارم افتاد
خنده زد گل بادا یکه شرارم افتاد

تا که اندر نظر آن لاله عذارم افتاد
هوس سیر گل و باغ و بهارم افتاد

همچو بیمار عزیزی که بدستش دارز
الفتی طرفه مرا با دل زارم افتاد

کف رنگین تو در دست رقیبی دیدم
آتشی بود که در جان فگارم افتاد

خواب آرام بچشم تو رقیب ارزانی
جلوه گاهش دل بی صبر و قرارم افتاد

خلش آن مژهٔ تیز بدل یاد آمد
شبکه در رهگذری پای بخارم افتاد

سرخوش آمد بسرم یار و دل از رونق برد
هی بگیرید که مینا ز کنارم افتاد

کدام غارتِ سامانِ هوش می آید
غبار در نظرم گل فروش می آید

بقصدِ خونِ که آں سرخ پوش می آید
که نالهٔ دلِ زارم به گوش می آید

اگر نه کوه ز سنگِ دلش به فریاد است
چرا بهر نفس از وی خروش می آید

درین جهانِ پر آتش سپند سان یا رب
کسی که ناله بر آرد خموش می آید

چو نیست اہل دل مرده دل درین عالم
جنازه سان بجه صورت بدوش می آید

اگر نه دیدهٔ من گشته چشمهٔ سیماب
چرا سرشک بهر دم بجوش می آید

مده بشعر کسی نسبتی مرا رونق
کلامِ من ز ندای سروش می آید

بتاں که کار رقیبانِ خود تمام کنند
بگردشِ نگهی روز ما چو شام کنند

دمیکه باده کشان فکرِ انتقام کنند
نموده خونِ دلِ افلاک می بجام کنند

دگر محال که مه پاره چوں کتاں نه شود
شبی که زر قبایان هوای بام کنند

خوش است حلقهٔ آں زلفِ تابدار بتاں
پی گرفتنِ عاشق چو فکرِ دام کنند

فلک دهد زمهِ نو بدست شاں تیغی
ستمگراں چو بدل عزمِ قتلِ عام کنند

چه مستی است سراپای نازنینان را | شراب جوش زند هر کجا خرام کنند

به پختگیِ کلامت نمی‌رسد فکری
معاصرانِ تو رونق خیالِ خام کنند

در سرم تا هوسِ نرگسِ بیمار افتاد | فکرِ جمعیت و درمانِ دلِ زار افتاد
وصلِ او ساعتی آرامِ دلِ زار افتاد | چه قدر کار مرا با غمِ دلدار افتاد
تن بسختی ده اگر عافیتی می خواهی | گل کجا تازه بود چون ز کفِ خار افتاد
یارب این مارسیه را چه قدر باشد زهر | دست از زلف نبردیم که از کار افتاد
چترِ فردوسِ برین و سرِ زاهد خوش باد | خاطرم مایلِ آن سایهٔ دیوار افتاد
بهر مشقِ ستمِ اوست رقیبِ گستاخ | جانِ من گر بدلت خواهشِ آزار افتاد

کی شود رونقم آزاد ز دامِ نکهت
چشمِ مخمورِ تو بسیار سیه کار افتاد

گل اگر دیده بلب های تو وا میسازد | برگ را بر رخِ خود دستِ حیا میسازد
بکفِ پای تو گر رنگِ حنا میسازد | خارِ حسرت بدلِ خستهٔ ما میسازد
نه شقایق نه گل و سبزه نه نرگس نه نسیم | با چمن مایلِ روی تو کجا میسازد
شادی و عیش و طرب را چکنم آه بدل | خارِ مژگانِ کسی نام خدا میسازد

لطف و اشفاقِ تو با بوالهوسان ارزانی — بدلِ غمزده ام خارِ جفا میسازد

گاه روی تو نه بیند ز جفای گردون — هر که از کوی تو ام یار جدا میسازد

هر سحر طرفِ چمن مسکنِ ما میگردد — که بوحشت زدگان بادِ صبا میسازد

گر همین است بدنیا ثمرِ باغِ وداد — بچه امید کسی مهر و وفا میسازد

رونق اندوه مخور از ستمِ دورِ فلک
چارهٔ در دولت غوث ورا میسازد

مژده یاران نگار می آید — بعد سالی بهار می آید

ای دلِ خسته یار می آید — صبر و عیش و قرار می آید

فرصت یک دم این قدر جولان — خنده ام بر شرار می آید

خون شدن یا بخاک غلطیدن — دیگر از دل چه کار می آید

از فلک گر مروت اندیشم — سنگی بر فگار می آید

چشمِ خود را ز دیدنش پوشم — از غنی بسکه عار می آید

گوهرِ اشک جمله از کف ریخت — دل برای نثار می آید

کی ز تیر و سنان کشاید کار — انچه از نوکِ خار می آید

زود پهلو تهی کنی اسے برق

رونق بیقرار می آید

برنج است آنکه دلدارے ندارد
ز مژگانی بدل خارے ندارد

کسی کو الفتِ یارے ندارد
دلم جز دوستی کارے ندارد

حباب آسا سبکبارے است خرم
بفرقِ خویش دستارے ندارد

مرا چوں گل جگر صد چاک گردید
دلت چوں غنچه آزارے ندارد

بمحشر آبرویش از چه باشد
هر آں کس دیدهٔ زارے ندارد

به بیداری دلم چوں شعله لرزد
که چشمانِ اشکبارے ندارد

نیابد رونق از غم راحت آں کس
دل زاری شب تارے ندارد

ردیف ذال

از کسی بهر چه خواهم من شیدا تعویذ
چشم بیمار تو بخشد به مسیحا تعویذ

می‌نویسی پیم ای دوست بسودا تعویذ
عاشقی راچه سرو کار بود با تعویذ

گر باشفتهٔ آں چشم سیه درمانے
کن رقم بر ورقِ نرگسِ شهلا تعویذ

گوشهٔ دامنِ او بهرِ علاجم کافی است
بزن ای یار دگر بر سرِ ملّا تعویذ

بوسه گر بکف آید ز لب شیرینش
کارِ دیوانه بود فکرِ مداوا تعویذ

ای پریخوان بکمالت شوم آنکه قایل	گر به بندی بسر آهوی صحرا تعویذ
هر که بیمار و پریشان دل و آشفته بود	هست رخسارهٔ آن آئینه سیما تعویذ
نیست جز حسرتِ دیدار غباری در دل	بس بود پارهٔ آن آئینه ما را تعویذ

زهره در پهلوی هر دیده ام این رونق نیست
هست بر ساعدِ دلدار چه زیبا تعویذ

چون نوشتیم بآن دلبرِ گل رو کاغذ	همچو اوراقِ گلستان شده خوشبو کاغذ
عشوهٔ هست میانِ من و او واقفِ راز	میفرستند بمن از گوشهٔ ابرو کاغذ
گر بوحشی نگهان نامه نویسم گاهی	چه عجب گر بشود دیدهٔ آهو کاغذ
بهرِ تسکینِ دلِ زار خیالی دارم	کی نویسد بمن آن کافرِ بدخو کاغذ
دهنِ ما رسنا چار نمائیم دوات	گر نویسیم بآن حلقهٔ گیسو کاغذ
عرضِ احوال توان کرد بسویش لیکن	میدهد سیلِ سرشکم همه در جو کاغذ

رونق از تندیِ خویش چه نویسم دیگر
سرِ قاصد طرفی مانده به یک سو کاغذ

ردیف راء

بس است حلقهٔ گیسوی دلربا زنجیر	دگر چه کاره بود دوستان مرا زنجیر

فتاد تا بمجنون کارم آه با زنجیر — ز شور نالهٔ من گشت بی صدا زنجیر

خیال زلف تو خوش میکند دل ما را — وگرنه جنبش پاے کند رها زنجیر

فغان ز شورش دیوانه ام دو بالا شد — رسید تا بفراقت مرا به پا زنجیر

بیا نهفته بزندان یکی تماشا کن — کجاست این دل دیوانه و کجا زنجیر

زبسکه حسن تو دیوانه کرد عالم را — برهگذار تو افتاده جابجا زنجیر

ز قاصدان نکشم بار منتے دیگر — هزار حرف پیامم کند ادا زنجیر

وفاپرستی مجنون رسید در جاے — هزار ناله کند چون شود جدا زنجیر

چو دید حالت رونق بهجر یار کشید — زبیقراری دل نالهٔ رسا زنجیر

در دل از آتش عشق صنمی اخگر دار — نفس سوخته چون شعلهٔ خاکستر دار

ای هنرمند ز سرمایهٔ خود جوهر دار — بی قبای تن پیراسته چون گوهر دار

صبا بوی طرفه تسلی ست نگر بیکس را — دل خوشنود بغم چون علی اصغر دار

همتا ز هر که بود شیمهٔ حمید باشد — در هواداری او پیروی قنبر دار

حسن ظاهر بصفای دلی آراسته کن — رنگ و بو هر دو مسادی چو گل احمر دار

ماتمی را بتماشاے چمن کاری نیست — وادی سبز تر از باغ ز چشم تر دار

زیرِ خاک ار شوی از فکرِ بکبندی مگذر
هوسِ زمزم و کوثر منما بهرِ خدا

گر شوی نقشِ قدم حوصلهٔ نیر دار
قطرهٔ آب از آن خنجرِ ابرو بردار

پاکدامن شو و در عشقِ بتان خاطرخواه
رونق از داغ بکاشانهٔ دل اختر دار

صاف بندی ست خوبیِ اشعار
دیدنِ صاف و دردِ می این رمز
لیک آن را لطافتی باید
کن نگاهی دقیقه بندِ سخن
فهمِ مضمونِ اوست بس مشکل
وقتِ شعر بود مرغوبم

خاک بر فرقِ وقّتِ گفتار
میکند ر دقیق گو اظهار
ورنه زان گفتگوست لازم عار
در کلامِ فلانی خوانسار
گشت تشخیصِ معنیش دشوار
کرد ما جد ازین مرا بیزار

مختلف شد مزاجِ ما رونق
چه ضرور است این قدر انکار

گردد قبولِ بارگهش آه در سحر
در هر قدم مقابلِ رویش نه چاره ام
با آتشین نفس نتوان همزبان شدن

گیرد گشاد نالهٔ جانکاه در سحر
همچون مسافری که رود راه در سحر
گم میکند تجلّیِ خود ماه در سحر

فریادِ عاجزانِ پریشان که بشنود
اکسیرِ اعظم است برنگِ سفیدِ صبح
از زلف دل بر آمده رسوا بچهره شد
درماندگانِ غفلتِ شب را همی کند
هرکس بقدرِ ظرف ازان کامِ دل برد

گر بر پلنگ خواب کند شاه در سحر
بنگر زشب زیاده شود باده در سحر
گردد گرفته وز دِ شبانگاه در سحر
بیدار اسمِ اعظمِ الله در سحر
یک نامِ دوست است بافواه در سحر

رونق نگر بدیدهٔ دل تا شود عیان
تا بدستاره سان دلِ آگاه در سحر

مژده ای یاران که مستم در بهار
کاکلش آمد بدستم در بهار
توبهٔ تقوی نه شکستم در بهار
گاه مخمور و گهی پیمانه نوش
پیش ازین پروای ننگی داشتم
در خیالِ نشهٔ بنگِ خطش
همچو خالِ گلرخانِ سیم تن
میکنم یاد خبر زعقدِ خوشش

ساغر و مینا شکستم در بهار
با مغانی عهد بستم در بهار
می پرستم می پرستم در بهار
گاه عاقل گاه مستم در بهار
از جنون زین قید رستم در بهار
گه بلند و گاه پستم در بهار
تیره از روزِ الستم در بهار
چون زکاخِ زهد جستم در بهار

ردیف زای تازی

نگویمت که به مینای می شراب انداز
بنای صبر و خرد را دگر بآب انداز

تبسمی کن و در ساغرم شراب انداز
ز کانِ لب نمکی بر سرِ کباب انداز

گره گشاده شد از کارِ عالمی دیگر
بموی زلفِ تو یکبار پیچ و تاب انداز

ز تند باد طلسمِ قبائش ایمن کن
فروغ عارضِ خود در دلِ حباب انداز

بآبِ دیدهٔ عاشق برابری دارد
نگاهِ گرم یکی بر سرِ سحاب انداز

ببزمِ وصل دلا این قدر تحیر چیست
بجای آب شراری بچشمِ خواب انداز

فروغ رنگِ رخت غافل این قدر گوید
که آتشی بهوس موسمِ شباب انداز

هزار دعوی بیجا کند به پیشِ لبت
شرار در دلِ یاقوت از جواب انداز

بغیر دیدهٔ رونق سزای حسنِ تو نیست
ببزمِ بوالهوسان گر روی نقاب انداز

بتهمت راست بآئینه سرو کار هنوز
در دلم موج زند حسرت دیدار هنوز

مایلِ رحم نشد چشم ستمگار هنوز
می طپد در سرِ کویش دلِ بیمار هنوز

قطرهٔ از نمِ اشکم بهوا رفت ز آه
ابرِ نیسان بزمین است گهربار هنوز

ماهِ کنعان و زلیخا به زمین آرامید
در نظرهاست همان گرمی بازار هنوز

رشتهٔ طولِ امل های جهان شد کوتاه
در درازی است مگر طرهٔ مهدار هنوز

ساغرِ مهر و مه و شیشهٔ افلاک شکست
جام در دست بود نرگسِ سرشار هنوز

شورِ محشر همه افسانه ربود و رونق
در ترقی ست بجانم هوسِ یار هنوز

پیر گشتی هوسِ نقش و نگار است هنوز
چون فلک در قدِ خم گشته شرار است هنوز

رخِ زیبای تو سرجوشِ بهار است هنوز
شوخیِ حسنِ تو بر برق سوار است هنوز

نسبتِ گل بلبِ لعلِ تو دادم یک بار
شبنمِ باغ بهر غنچه نثار است هنوز

عمرها شد گهرِ دل ز کفم گم گردید
آسمانرا گذری سوی غبار است هنوز

بعدِ عمری چو بسویم گذری شد پرسید
در دلِ غم زده ات صبر و قرار است هنوز

نگهِ مست ز چشمِ تو فگن بر سرِ من
خم و پیمانه تهی گشت و خمار است هنوز

خط بر آوردی برگشته جهانی از تو
رونقم رابتو جانان سر و کار است هنوز

عالمی در باغ خنداست و گریانم هنوز
از سرشکِ دیده ریزد گل بدامانم هنوز

شورِ بلبل سرمه آلود است و نالانم هنوز
در عدم پیدا رگردد گل ز افغانم هنوز

دورِ می آخر شد و بیرون ز مجلس رفت یار
ریشه در خون میدواند موی مژگانم هنوز

ما دو کس آشفتهٔ گیسوی پرخم بوده ایم	یافت جمعیت گلِ سنبل پریشانم هنوز
نکتهٔ سربستهٔ ساقی ز رازِ جام گفت	بزمِ می برخاست در سیر گریبانم هنوز
پخته کاریِ جنوں از آتشِ رنج است و بس	سنگِ طفلاں را نخوردم در بیابانم هنوز

تا بخوانم دفترِ رنگینیِ حسنِ ترا
همچو **رونق** در تماشای گلستانم هنوز

دیگر ای شوخ مگر آمدهٔ بر سرِ ناز	ساغرِ باده بدستِ تو بود افسرِ ناز
سرمه داں تا شده چشمانِ ترا یاورِ ناز	ریخت در دامنِ آئینه گلِ نوبرِ ناز
دارم اندیشه که حسنِ تو نیاید به زوال	مورِ خطّت نشود فتنه و قارتگرِ ناز
گردشِ چشم بلائیست که من میدانم	باز افتاده دلِ غم زده در ششدرِ ناز
عشوه مهریست که در شام و سحر میرخشد	طاقِ ابروی تبانست مگر خاورِ ناز
سرخوشش تا بدمِ حشر نجنبد از جای	نرگسِ مستِ تو ساقی ست عجب ساغرِ ناز

رونق از دیدهٔ او غمزه دمی بیرون نیست
با نگاهش بسرشتند مگر جوهرِ ناز

بقای محض شو و از سرِ عدم برخیز*	بسیرِ گلشنِ نیرنگیِ قدم برخیز

* یہ غزل دیواں میں درج نہیں تھی تذکرہ صبحِ وطن سے نقل کگئی ہے ۱۲

متاع سود و زیان بارِ خاطر است اینجا — چو گردِ قافله ای کاروان زهم برخیز
بهر زمین که نهی پا بجز مزاری نیست — گنه نکرده ازین ره بیک قدم برخیز
فراخ کامیِ دارین شد زیاده سری — بهرچه خواست مشیّت به بیش و کم برخیز
به نوش و نیش ترا دخل نیست یک سرِ مو — حلاوتی رسدت از کمانِ سم برخیز
ز لاله داغِ دلی وام کن بفصلِ بهار — بسوی دشت نگر از سرِ ارم برخیز

هوای ابر برونق دماغی ایساقی
بکف گرفته صراحی و جامِ جم برخیز

ردیف سین

گر از دلِ پر داغ بود افسرِ طاوس — یکرنگ بود تیره چو شب پیکرِ طاوس
سوزیست ز حسنِ تو مگر در سرِ طاوس — گر طرّهٔ زلفِ تو شود افسرِ طاوس
از حسنِ بتان چون نشود داغِ دلِ ما — بر آئینه ریزند چو خاکسترِ طاوس
نیرنگِ رخت آنقدرم سوخت بحسرت — دل نیست مرا لیک بود یک پرِ طاوس
انگشت که تا کوی تو آیم بسراغش — جز گریه بگلشن نشود رهبرِ طاوس
هرچند سراپاش پر از نقش و نگار است — داغیست مرا منتخب از زیورِ طاوس
آهیست مرا چاره گرِ این دلِ بیتاب — جز ناله بصحرا که بود یاورِ طاوس

فکری ز قیامت بدل بیغم نیست
برگشته نگاهیست همین محشرِ طاوس

رونق ز شکست مرا خلعتِ سنجاب
گر جامهٔ مهتاب بود در برِ طاوس

بوده از روزِ ازل یار سرو کارِ قفس
در حقِ ما قصرِ فردوس است دیوارِ قفس

گر نشینی ساعتی در چارِ دیوارِ قفس
بهتر از صد گل شماری یک سرِ خارِ قفس

یک شکرلب نیست در باغِ جهان بی دردِ سر
یا ز محوِ آئینه طوطی گرفتارِ قفس

حلقهٔ زد در کمندِ زلف با عزمِ شکار
باز از نو میشود گرمیِ بازارِ قفس

بیچراغ افتاد گر بزمِ گرفتاران چه باک
میشود از نالهٔ شمعِ شبِ تارِ قفس

سایه پرورِ بهارِ وصلِ خوبانیم ما
بلبلِ ما راست از روزِ ازل عارِ قفس

در اسیری گر به پیشِ گلرخان باشی چه غم
نیست جز مجبوریِ صیاد آزارِ قفس

نالهٔ مرغان مگر در خوابِ او آتش زند
بیشتر بیدار میباشد نگهدارِ قفس

گر شوی آگاه رونق از فراغِ عزلتی
بر سرِ خود دیگر از منت کشی بارِ قفس

گلشنِ من چشمِ گریانیست بس
خنده ام چاکِ گریبانیست بس

مرهمِ دل خارِ مژگانیست بس
کسوتیا و تارِ دامانیست بس

بہر معراجِ بلندی ہای من
نقشِ پای یار ایوانیست بس

ازمی و ساغر دلم کے بشگفد
عشرتم در لعلِ خندانیست بس

بیقرارِ سادگیہای دلم
ہمدمِ من آہ ناوانیست بس

کی توانم برد نازِ باغبان
از صبا ہم بارِ احسانیست بس

چون شود محروم رونق از وصال
دلنشینش آہ و افغانیست بس

تابکی غافل بدنیائی گرفتارِ لباس
ساعتی آسودہ شو از دوش نہ بارِ لباس

نیست چون تصویر عریانم سروکارِ لباس
ہمچو گوہر نیستم در بندِ آزارِ لباس

جامۂ سرخش چہ خونہا در دلِ بیتاب ریخت*
ای حریفان آتشی افتد ببازارِ لباس

چینِ دامن میکند ظاہر مرا با صد زبان
در دلِ ارباب دولت میخلد خارِ لباس

گرچہ سر تا پای او رنگین بود لیکن مرا
غنچۂ آن گلمہ خوش آید ز گلزارِ لباس

اطلس و زربفت چون دیدم بدوشِ سیمبر
در دلم رونق از انساعت بود خارِ لباس

* اصل بیاض میں یہاں ایک شعر لکھکر کاٹ دیا گیا ہے ۔ وہو ہذا
پارہ خواہد شد تنش چون گل ز بیدادِ فلک　　ہر کہ میگردد دریں عالم ہوادارِ لباس

عالمی را ست زبس دست در آغوش هوس
هرکه دیدیم بدنیا شده مدهوش هوس

بیخبر چند نشینی تو در آغوش هوس
همچو طاوس همه داغی و گلپوش هوس

همچو اکسیر کند خاک تلاش زر و سیم
بار زر چند کشی آه تو بر دوش هوس

نشود سرخوش عشرت دمی از بیتابی
هرکه گردید درین خمکده مینوش هوس

ساغر بدر ز مهتاب پر از صهبا شد
بسکه در فصل بهار است بدل جوش هوس

تلخ گردد بمذاقت چو قناعت گیری
انچه اکنون بنگاه تو رسد نوش هوس

انچه بر فرق شهانست ندانی افسر
رونق افتاده بران قوم چه سرپوش هوس

ردیف شین

نرگس مست او شراب فروش
عارضش از عرق گلاب فروش

چون ببزم شراب بنشستی
دل صد پاره شد کباب فروش

تا تماشای روی جانان کرد
دیدهٔ من شد آفتاب فروش

ساغر می زدست یار ستان
محتسب دفتر حساب فروش

گشت مدهوش تا ز دیدارش
دیدهٔ گوهر است خواب فروش

تاب رویت مگر نمی دارد
برگ گل میشود نقاب فروش

بسکه لبریز از هوای تو شد
دلِ رونق شود حباب فروش

بگلزاری که باشد جلوه گر سروِ خرامانش
ز نهر آب گردد بخیهٔ چاکِ گریبانش

دلِ چاکم اگر گردد رفو از تارِ دامانش
فراهم میکند زخم کو اکب شورِ افغانش

ز دستِ آن شکار افگن کجا پنهان توان گشتن
دو عالم پای موری هست در صحرای جولانش

بگلزارم صد خنده از زخمِ جگر دارد
بدل هر کس که پنهان مینماید خارِ مژگانش

چه پرسی از ازل آواره گردِ بیسر و پائی
که باشد گردباد آسا غباری ساز و سامانش

سرشکم شورشِ طوفان برانگیزد بدریای
که بارد لختِ دل در جای گوهر ابر نیسانش

به پیشِ طفلِ شوخی عرض حالم کردنی دارد
که برلب خنده را دشنام سازد نازِ پنهانش

ملاش جستجویت کی گذارد این دلِ شیدا
زند گر بر زمین صد بار چون خورشید دورانش

اگر رونق رود بهر تماشای چمن گاهی
غرض جز لاله در دل نیست از سیر گلستانش

زبس گردید شوخی بیقرارِ قدِ رعنایش
نماید جلوه چشمِ پری خلخالِ در پایش

شود شیرین دلِ من از لبِ دشنام پیرایش
که خنظل میشود انجیر از لعلِ شکر خایش

کی از مشقِ ستم در دل گذارد قطرهٔ اشکی
که از یاقوت سازد رگ جدا مژگانِ گیرایش

زبس احکامِ نازش بر همه گلها روان گردد
بود کیخسروِ تختِ گلستان چشمِ شهلایش

اگر از محفلِ می ساقی از مستی برون آید
کند چون لاله یکسر داغ در دل جامِ مینایش

کجا بر اطلسِ گل التفاتِ آن نگه افتد
قبا از چشمِ بلبل مینماید سروِ زیبایش

زند از آبِ تابش غوطه در آبِ گهر گردون
بهنگامیکه لبریزِ عرق شد ماهِ سیمایش

پی آرایشِ زیور چو گیرد در کف آیینه
نگاهم رشتهٔ گوهر شود وقتِ تماشایش

مشو در پاسِ رونق اینقدر بیدل ز خشمِ او
که مضمونِ تسلّی هاست پنهان در هر ایمایش

بهنگامیکه میگون مینماید چشمِ خونخوارش
زند در سینه ام صد تیرِ مژگانِ جفاکارش

نگاهی کن برنگینیِ پیچ و تابِ دستارش
که در دل خارخاری دارد از دیدارِ رخسارش

هوس با نوجوانان بیشتر دارند پیران هم
کند شام و سحر بر رخ نگاهی زلفِ خمدارش

غرض از دل طپیدن ها هم آغوشیست میدانم
بایما میکند مطلب ادا آشفته گفتارش

اگر خوردست آب از چشمهٔ حیوان نهالِ او
بدرمان نازِ منت میفروشد خارِ آزارش

باندک التفاتش خسته جانان میرهند از غم
چرا از خود نمیداند نگاهی چشمِ بیمارش

اگر در انتظارش کور گردد دیدهٔ عاشق
ظهورِ رشتهٔ جوان ز تغافلهای بسیارش

بلونهای کثرت پردهٔ وحدت شود هردم
حباب آسا ز هستی دیده میپوشد هوادارش

نگه بر دوش مژگان تکیه زد رونق تماشا کن
ز بس طاقت ربائی میکند صهبای دیدارش

دگر ساغر کش ناز است ای دل چشم میگونش — پری در شیشه پنهان میکند تاثیر افسونش
دلی دارم که باکی نیست از آسیب گردونش — بصحرا مونس دیرینه باشد روح مجنونش
نظیرش مصرع برجستهٔ دیگر نمی بینم — بود در هر زمینی دلنشین آن سرو موزونش
چرا عاشق نگردد بی نیاز از منّت گردون — که باشد زردی رخسارهٔ او گنج قارونش
برنگ چشم او ترک دلاور را نمی بینم — که صفها را برابر میکند در روز شبخونش
عنان توسن او از رگ جان غزالان بود — رکاب از حلقهٔ چشم پری میداشت گلگونش
نخواهد سرخوش او ساغری کش جام جم باشد — بیک جو غم نگیرد راحت کونین محزونش
بعرق خویش بندد منعم و صد نازها دارد — نم آب خجالت میشمارم دُرّ مکنونش

هر آنکس چون حنا هم پنجهٔ دلبر شود رونق
بآئین حمیّت لازم آمد ریزش خونش

اگر سیماب را آید بخاطر وضع تمکینش — نماید آب گوهر کسب خود داری ز آئینش
چه راحتهاست یارب در نصیب خانهٔ زینش — حمایل میشود در گردن او ساق زرینش
ز آسیب قیامت نیست باکی دل نگارش را — که شور حشر را بخشد حلاوت لعل شیرینش

بپای نازکِ او دستِ عاشق کی گذر یابد — که همچون لاله داغی میرساند برگِ نسرینش

چه نیرنگی تماشا میکند دل از طپیدنها — بهنگامیکه باشد در نظر سیم و بلورینش

رمیدنهای شوخی را دگر از من چه میپرسی — که از بیتابیِ برق است مهدِ خوابِ نوشینش

بحیرت میرسیدم از هجومِ بیقراریها — که لب چون ماهِ نو در خنده و امیداشت غمگینش

حذر از زالِ دنیا کن اگر بینائی داری — شود سرمایهٔ عمرِ تو آخر صرفِ کابینش

[illegible]

به تسکین میشود فردای محشر آشنا رونق
که همچون خواب پنهان شد ز چشمش یارِ دوشینش

اگرچه محوِ عتاب است بازِ چشمانش — پیامِ صلح نماید نگاهِ پنهانش

عبث فتاد بدل رغبتِ گلستانش — کجاست رنگِ بهار و کجا شهیدانش

عجب نباشد اگر مایلش فغان نکشد — که سرمه هست نگر هم‌زبانِ مژگانش

چه نسبت است خطِ یار را به سنبل و گل — که یک غلامِ کمربسته است ریحانش

همین دل است و من و گردباد و صحرای — دگر ز خویش برد الفتِ غزالانش

هوای تختِ سلیمان چرا رسد در دل — بقدرِ مور اگر جا کنم بدامانش

ز آبیاریِ سیلابِ نوح دم زد گرش — نهان بقطرهٔ اشکِ من است طوفانش

صبا نثار کند باز دفترِ گل را — بشاعری که باین رنگ و بوست دیوانش

دل تنگش رونق فتاد مایل اشک
بباغ و بحر مسلم هوای نیسانش

نمیدانم چه میگوید بشوخی چشم جادویش
که از راه ادب در پیش او خم گشته ابرویش

صبا بار دگر رهبر شوی گر تا سر کویش
دل آشفته خود را نمایم نذر گیسویش

اگر دارد نسیم از گرد داماش ره آوردی
که میدانیم ما از عمر ما کیفیت بویش

نمک بر زخم ماهی ریزد از ریگ ته دریا
اگر افتد گذر از ناز گاهی بر لب جویش

نمی باشد فزونتر زین عتاب و خشم و رعنائی
بچشمش مردمک لرزان بود از تندی خویش

ندانم تا چه باشد مدعای التفات او
که دارد با مسلمان میل یارب لف هندویش

کند رونق تصور ساغر می دیده پرخون
رگ گل را شناسد خار خاری مایل رویش

صبا پیغام اشک من رسانی تا در گوشش
که سلک گوهری دارم برای زینت دوشش

دمی کز خود روم از بیقراری های آغوشش
برنگ سایه میکردم بروی خاک همدوشش

نه پنداری که بهر زینت خود هار میپوشد
چمن را آب و رنگی میدهد اندام گلپوشش

فلک از شور دریا پنبه در گوش خود اندازد
بهنگامی که آرد سیل آب دیده در جوشش

مکن اندیشه عصیان ملاحت بین قدح بستان
نمک ریزد بجام باده زاهد لعل مینوشش

برنگِ چشمِ او ازبسکه دارد وضعِ خود داری
بمستی وا نماید خویش را هشیار مدهوش

عبث رونق بامید وصالش چشم در راهی
که گردیده زخاطر وعدهٔ دوشین فراموش

دلت را اگر گلستان میکند خوش
مرا رُخسار جانان میکند خوش

نه ما را صبح تابان میکند خوش
دلِ عاشق شبستان میکند خوش

هلاکِ نوخطانِ گل عذارم
دلم را بوی ریحان میکند خوش

ندارم مدّعاسی غیر فریاد
مرا دشتِ نیستان میکند خوش

مدادِ خامه کاغذ کرد سیراب
صدف را ابر نیسان میکند خوش

خزان رخت سفر بست از گلستان
دگر فصلِ بهاران میکند خوش

اگر دل مایلِ آن چشم داری
تماشای غزالان میکند خوش

دلم وا میشود در بزم موزون
بیک بیتم سخندان میکند خوش

کجا مایل شوم رونق بشمشاد
دلم سروِ خرامان میکند خوش

بی تکلف گر بود در شعر سامان تلاش
پیش ارباب سخن باشد همان جانِ تلاش

بر فصاحتهای شعرِ ماست ایمانِ تلاش
معنیِ برجستهٔ ما بی سخن جانِ تلاش

بسکه دارم جستجوی معنیِ رنگین بدل | از بهارِ فکرتم خرّم گلستانِ تلاش
خویش راخاکِ رهِ اہلِ سخن باید نمود | کی رسد دستت بآسانی بدامانِ تلاش
گر شوی محوِ تفکر بیشتر اندیشه کن | خارِ بی ربطی برآر دسر ز بستانِ تلاش
بر طرف کن عیب را از خود که شیرانِ سخن | بیشتر گیرند آہو در نیستانِ تلاش
بسکه در بحرِ سخن غوّاص بودم عمرہا | میزند ہر مصرعِ من موجِ طوفانِ تلاش
جیبِ دامانِ نگه لبریزِ گوہر میکند | کلکِ گوہر بارِ من گر دیدهٔ نیسانِ تلاش

بسکه در شعرم بود رونق لطافت بیشمار
کرده ہر مینم نہان در خویش دیوانِ تلاش

ز آئینه رخت گر مہتاب میزند جوش | از چشمِ اشکبارم سیماب میزند جوش
سر گشتگیست ما را از بسکه در طبیعت | ہر جا زنیم پای گرداب میزند جوش
آبحیات ریزد در ساغرِ دلِ ما | اندر سخن چو طبعِ شاداب میزند جوش
حالِ جدائی او گر اندکی کنم عرض | از جانِ بیقرارم سیلاب میزند جوش
اندر خیالِ آن لب گشتم بشعر مایل | از خامه طرفه لعلِ نایاب میزند جوش
آئینهٔ فلک را سازد سیاه یکسر | از سینه‌ام چو آہِ بیتاب میزند جوش

اشکم فشاند آبی بر تیره بختیِ دل

رونق بدیدهٔ من چون خواب میزند جوش

باغبان از برگِ گل تا کرده در گلزار فرش — میکند بلبل برای خویشتن از خار فرش

گو که از مخمل نماید بهر خود زردار فرش — عاجزان را بس بود آن سایهٔ دیوار فرش

چشمِ پرخون را عجب دستیست در نقش و نگار — هر کجا آرام گیرم میشود گلزار فرش

خود فروشیهای زاهد از مصلا می شود — چیده از زهدِ ریا در کوچه و بازار فرش

همنشین را گر کند بیتاب جای شکوه نیست — میکشد از پهلوی بیمار صد آزار فرش

منت رنگِ حنا بیصرفه بردن سود نیست — پا نهادی هر کجا شد دیدهٔ خونبار فرش

دامن فقرش مکن آلوده منعم زینهار — گر بدرویشی طلاقی میشوی بردار فرش

سرد مهریهای گردون را عجب خاصیتی است — گسترد در خانهٔ آئینه از زنگار فرش

نرم رویان صاف جز سختی کجا **رونق** شوند
هیچگه جز چهرهٔ سنگین نشد هموار فرش

دلی دارم که موجِ نشهٔ صهباست زنجیرش — صدای قلقلِ مینا بود افسونِ تسخیرش

چه امکان ست تا مانی کشد بر صفحه تصویرش — که نالِ خامه زنجیر است در پا وقت تحریرش

لب لعلش کجا تاب گزیدنهای ما دارد — که نیلی میشود از صدمهٔ آواز تقریرش

اگر از پرتوِ حسنش فروغی یافت شمع امشب — اگر گردد برگ گل از فیضِ رنگینیش گلگیرش

رقم شد حرفی از سوز دل بیتاب در کاغذ | زبان شعله گردید دست هر سطری ز تاثیرش
بود خوابی عروجِ جاهِ دنیا پیش آگاهان | که غیر از کاهش و پستی نباشد هیچ تعبیرش

چه پرسی **رونق** از رنگینیِ دست نگارینی
کز انگشتش حنائی میشود پیکان و زنگیرش

بسکه بر سنگ زدم از غم عشقت سرِ خویش | سیلِ خون یافته ام تا بعدم رهبرِ خویش
شبِ هجران چه کنم چارهٔ درد سرِ خویش | گریه ها میکنم از زخم بچشمِ ترِ خویش
هوسِ سرو قدت بعد فنا هم نرود | قمرئی میکنم ایجاد ز خاکسترِ خویش
همچو یاقوت هنر سوز جگر می بخشد | همه تن سوخت مرا از اثرِ جوهرِ خویش
رنگ و بوی دگری میدهدت فیضِ سخا | شهره شد گل بچمن ریخت چو مشت زرِ خویش
برق را شعله زنی مایهٔ شهرت باشد | بهر پرواز بود ناله مرا شهپرِ خویش
آب و تابِ دگر است از اثرِ نالهٔ زار | گریه گردید مرا آبروی گوهرِ خویش
طاقتِ دید جلائش ندارد هرگز | داغ گشتم ز تمنای دلِ ابترِ خویش
سالها گر شنوی نیست نهایت آن را | چه شکایت که ندارد دلم از دلبرِ خویش
گر رسد تیرِ نگاهت ز غلط اندازی | همچو مهمان بنشاند دلِ من در برِ خویش

سوخت دل ز آتشِ عشقِ رخِ تابان کسی

رونق از داغ نشانی شده بر مجمرِ خویش

ردیف صاد

غمزه در چشمت بشوخی کرده صبح و شام رقص
همچو مخموری که سازد از نشاطِ جام رقص

میکند از شوقِ دل در زلفِ عنبرفام رقص
همچو آن مستی که گیرد بر کنارِ بام رقص

وضعِ تسلیم از جماد آموز و سختی عیش دان
چون شررش در زیرِ سنگ آید کند مادام رقص

اولِ عشقت و دل بیتابِ گیسوی تو شد
نو گرفتارِ قفس را میشود در دام رقص

حاصلی جز ترکِ دنیا نیست از بزمِ طرب
میشود از پشتِ پای در نظر اتمام رقص

شوخیِ حسنش مگر آورد دیگر در نظر
دل کند سیماب سان آغاز رقص انجام رقص

ناز و بی پروائی او را کرده منعِ التفات
بسملِ ما از تمنا داشت در هر گام رقص

وجدها میکرد صوفی کس بما مایل نشد
کی برد دل را اگر باشد بطرزِ خام رقص

دامن افشان گر رسد رونق نگارِ دلفریب
میکنند از بیخودیها جمله خاص و عام رقص

هلال سان چو کشد سر بر آسمان ناقص
بچشمِ اهلِ بصیرت بود همان ناقص

رسائی عجبی داشت شورِ فریادم
کنون ز سرمهٔ چشمِ تو شد فغان ناقص

بصد جفا شود دشمن دلنشین خدنگِ قضا
کسیکه فهم کند آهِ بیدلان ناقص

رقیب گر کند از ما حسد تعجب نیست — همیشه رشک نماید ز کاملان ناقص

به پیش روی تو در باغ گل خجل گردید — که سر بجیب برد وقت امتحان ناقص

شنیده نام تو از قاصد و دل از خود رفت — هزار حیف که گردید داستان ناقص

ز تاب خامهٔ رونق شدست شمع خموش
به بزم اهل کمال است بی زبان ناقص

ردیف ضاد

کند شگفتگی از طبع روشنم گل قرض — ز بیقراری من آه کرده بلبل قرض

رسید فصل بهار و ز زلف دلبستیم — دگر کند نسیم پریشانی ز سنبل قرض

گلی بباغ ندیدم برنگ رخسارت — ادای وصف تو گردید بجز ز گل قرض

چه آبدار بود حرف من که جوهر را — نموده تیغ زبانم ز نعل دلدل قرض

ز بار وام چگویم نمی توان گفتن — گران چو کوه بود گرچه هست یک پل قرض

شب فراق کسی باز بیقرارم کرد — چه پیچ و تاب دهد ناله ام بکاکل قرض

دگرچه کار مرا رونق از ایاغ شراب
که نشئه داده نگاهش بساغر مل قرض

ز سیر باغ مرا شد رخ نگار غرض — وگرنه دلشده را چیست با بهار غرض

مرا نیست ز سنبل بجز پریشانی — بغیر داغ ندارم ز لاله زار غرض

ز ناوک مژهٔ شاد کن سرت گردم — جز این خدنگ ندارد دل فگار غرض

چرا ز منت آئینه منفعل گردی — که باغ حسن ترا نیست آبیار غرض

هزار حیف که گل محمل از گلستان برد — فتاد بلبل دلخسته را به خار غرض

به بی ثباتی این بزم مے دلم سوزد — نم شراب چو خواهم بود شرار غرض

به بیقراری دل غور اگر کنی رونق — ز دود آه بود زلف تابدار غرض

ردیف طا

آشنای باده را باشد ز چشم تر محیط — از برای کشتی می میشود ساغر محیط

دایم از درماندگان فخر بزرگان میشود — اعتباری دارد اندر خلق از گوهر محیط

وسعت دلهای روشن دید شاید گر حسد — میزند از موجها بر خویشتن خنجر محیط

سجده پیش خاکساران کن اگر خواهی شرف — سر نهد از عاجزی هر دم بخاکستر محیط

دل تهی کن از هوا تا عزتی باشد ترا — میگذارد بر سر خود از حباب افسر محیط

وهم ما و من نقاب روی وحدت میشود — ورنه هر یک قطره را پنهان بود در بر محیط

آتش جور فلک میسوخت رونق عالمی

اشکِ بیتابم نگشتی گر به بحر و بر محیط

طرفه زینت میدهد بر گردِ آن رخسار خط
نیست جز وصفِ خطِ او دیده‌ام بسیار خط

گر ز دردِ دل نویسم من بسوی یار خط
قطره های چشمِ پرخونم کنند گلزار خط

شرحِ اندوهِ فراقش مینوشتم اندکی
گر نمیدادی دلِ زارم مرا آزار خط

از تپشهای دلِ مشتاق حرفی شد رقم
شد ز بیتابی بگردش آه چون پرکار خط

جان بحق تسلیم بروی عیان باید نمود
سجده کن از طرفِ من قاصد دگر بگذار خط

عرضِ مشتاقان ز بس نشنیده میماند ازو
هر طرف افتاده اندر کوچه و بازار خط

باوجودِ دوری مضمونش ز خاطر رفته است
پاره شد شاید بدستِ آن بتِ عیار خط

خامه از سنبل کنم وز دیدهٔ آهو دوات
مینویسم باز با آن طرهٔ طرار خط

میدهم رونق بقاصد باز خطِ بندگی
سالم آرد گر ز دستش سوی من این بار خط

ردیف ظاء

بزم بی تو ز صهبای خوشگوار چه حظ
اگر فسرده بود دل ز نوبهار چه حظ

اگر تو بهرِ تماشا بسر نمی آئی
به جانفشانی دلهای بیقرار چه حظ

کجا بوصل میسر شود چنین راحت
شبِ فراقِ تو بردم در انتظار چه حظ

تو اول از همه جام شراب را درکش بزمِ باده چو ساقی است هوشیار چه حظ
شگفته شود می از ناز با من شیدا بَرَد ز دیدنِ گل این دلِ فگار چه حظ
کسیکه لختِ جگر ریخت قدر آن داند بمنعمان شود از لعلِ آبدار چه حظ

تو رفتی از چمن و رونقی بخوبان نیست
چو بست رختِ سفر گل ز سیرِ خار چه حظ

چه ممکن است شود گل ببوستان محظوظ ندیده ایم ولی زیر آسمان محظوظ
هوای بال و پر افشانیش بدام کشید که بود بلبلِ بیدل در آشیان محظوظ
بمحفل تو گرم ره نشد ملالی نیست ز دور بینم و باشم بر آستان محظوظ
ز دیدنِ رخش آئینه را کدورتهاست شود ز سیرِ چمن گرچه باغبان محظوظ
شگفته تر شده رویت بدست مشاطه که اهلِ فضل شود وقت امتحان محظوظ
میانِ نامهٔ عشاق پاره مکتوبم نمودی دل من گشته زین نشان محظوظ
ولای شبّر و شبیر گر بدل داری ز حادثات نشینی بدو جهان محظوظ
جز امتلای شکم عیش منعمان نبود با آب و دانه شود طبع این خران محظوظ

مپرس حالتِ رونق بهجرِ آن گل رو
چه عندلیب شود موسمِ خزان محظوظ

ردیف عین

در سرِ پروانه گر افتد هوس دیدارِ شمع
بال و پر سوزد که تا روشن کند گلزارِ شمع

انجمن را نیست تابِ گریه های زارِ شمع
شد گمر از پنبهٔ داغِ دلِ من تارِ شمع

باد ایمن از دمِ سردِ دلِ پروانه ها
خوش بهاری در نظر دارد گلِ بیخارِ شمع

شوقِ کامل را نباشد هیچ حایل درمیان
مانعِ پروانه کی گردد نگر دیوارِ شمع

در شبِ هجرت چگویم ماجرای درد را
سطری از حالِ دلِ زارم بود طومارِ شمع

از جبینِ راستان احوالِ باطن روشن است
داغِ دل گردد عیان از دیدنِ رخسارِ شمع

نیست قدری خوبرویان را بغیر از عاشقان
از پرِ پروانه باشد گرمیِ بازارِ شمع

نکتهٔ سربسته است از مخزنِ اسرارِ دل
بارها کردم نظر بر مطلعِ انوارِ شمع

شعرِ من از عیب پنهان کرد پیدا رونقی
هر دم افزون است از گلگیر دایم کارِ شمع

مطرب شد از توای دلِ پرشور در سماع
دارم سری چو کاسهٔ طنبور در سماع

واعظ بجلد هم نکنم ترکِ صوتِ خوش
باشم من از صدای لبِ حور در سماع

صبرِ کلیم چون نشود مطلق العنان
آید چو با هزار زبان طور در سماع

از نغمه نیست زاهدِ افسرده را نشاط
نا ممکن است راحتِ رنجور در سماع

باید ردیفِ کاسهٔ طنبور جامِ می — در گوش پنبه کرده چو مخمور در سماع
وصفت رقسم چگونه نمایم که زهره را — آورد صوتِ دلکشت از دور در سماع

رونق ز شوق زمزمه دیگر بمن مپرس — خواهم که جا کنم بلب گور در سماع

ردیف غین

تا کی شود بهجر دل از انتظار داغ — داریم سینهٔ گرو صد هزار داغ
گردید شهرهٔ آنقدر از فیضِ سوختن — دریوزه میکند ز دلم لاله زار داغ
چون شاخِ لاله که زنیسان نهال شد — از فیض گریه آمده ما را بکار داغ
از سوزش است زینتِ عشاقِ تیره بخت — چون خالِ دلبران شده ما را نگار داغ
تا رنگِ جلوه یافت ز رخسارِ نیکوان — همچو مسیِ لعلِ بتان شد بهار داغ
وحشی نگاه کیست بدل آشنا مرا — چون دیدهٔ غزال شود بیقرار داغ
افگند تا نگاه بر آئینهٔ رخش — روشن شدست چون گهرِ شاهوار داغ
جز سوختن ثمر نبود اتحاد را — دارد نهالِ عاشقیِ ما ببار داغ

رونق بشمع نیست سروکارِ من دگر — گردیده از نظارهٔ او تا بدار داغ

نیست اصلا بنظر جلوهٔ گل ها در باغ
خون دل ریختیم از حسرت مینا در باغ

باغبان مرده دلانرا کند احیا در باغ
لب هر برگ گلی گشته مسیحا در باغ

عندلیبان سوی گل محو تماشا در باغ
من بیاد رخ گلرنگ تو شیدا در باغ

چشم زخم گل خود روی اثرها دارد
مرو ای آفت جان بهر تماشا در باغ

گرد مدهوشی دل سیر چمن افزون تر
شاخ گل میدهدم ساغر صهبا در باغ

هست کافی بچمن ریزش این دیدهٔ تر
ابر نیسان نکنی گریهٔ بیجا در باغ

گر نسیابی بچمن نیست فروغی گل را
چشم بینور بود نرگس شهلا در باغ

سیر گلزار سخن طرفه نضارت دارد
عندلیبان پس ازین من ننهم پا در باغ

گل چو ماتم زدگان گریهٔ سرشاری داشت
دوش رفتیم چو رونق بتماشا در باغ

ردیف فا

گر بچشم مست او گردد دمی ساغر طرف
میرسد سنگ ملامت بر سرش از هر طرف

از ملایم طینتان ایمن مباش ای صاف دل
سینه بشگافد چو گردد رشته با گوهر طرف

غیر خاموشی نه بیند صرفه دیگر بهر خویش
گر بشور نالهٔ ما شود محشر طرف

روی جمعیت نه بیند دیگر اندر خواب هم
چون شود منعم زهستی با دل ابتر طرف

آدمی را کی رهائی میشود از شش جهت
مهره کی آید برون گردد چو با ششدر طرف

یافت رنگِ او تغیر حیف چون برگِ خزان
شد مگر با اشکِ خونینم میِ احمر طرف

بی نیازی عالمی دارد تماشا کردنیست
هر گدای میشود اینجا با سکندر طرف

حاجتِ مجنون بشمعی نیست در شبهای تار
دیدهٔ آهو بصحرا گشته با اختر طرف

نیست جز آئینه رونق عارضِ گلرنگ را
سادگی خاصیتی دارد تکلف بر طرف

قاتل از رنگِ حنا دارد گلِ احمر بکف
میبرم من همرهِ دل صد پاره در محشر بکف

دامنِ دشت از پریدنهای رنگم زر بکف
خارِ پای من بود از آبله گوهر بکف

موجِ می گردد نمایان از صفای عارضش
تا نگارِ آتشین خویم بود ساغر بکف

تا شد آن سرشار با آئینه گرمِ اختلاط
گشت از عکسِ رخش همچون فلک اختر بکف

تشنه کی مانم بروزِ حشر چون باشد مرا
ساغرِ صهبا ز مهرِ ساقیِ کوثر بکف

پرده های چشمِ نرگس فرشِ پا اندازِ اوست
شاخِ گل پیشِ خمِ زلفش بود مجمر بکف

آفتاب از رهنمائی سحر طالع شود
از تهِ دل دارم محکم دامنِ رهبر بکف

میکنی از کشتنِ رونق هنوز انکارها
دارم از دامانِ رنگینِ تو من محضر بکف

ردیف قاف

کی بآسانی دهم از دست دامانِ فراق
بعد ازین دستِ من و چاکِ گریبانِ فراق

دل پریشان چشم پرخون سینه داغِ انتظار
دوستان دارم فراهم طرفه سامانِ فراق

دید در آئینه روی خویش و رفت از پیشِ من
می نهم بر گردنِ مشاطه تاوانِ فراق

غرقهٔ گردابِ این دریاچه دست و پا زند
زانکه میباشد اجل یک موجِ عمّانِ فراق

جوششِ آبِ دیده گر تاراجِ عالم میکند
کشتی دل را بدست آرد بطوفانِ فراق

گر فلک نشتر زند در چشم چندان درد نیست
هیچکس یارب مباد از دهر حیرانِ فراق

لاله پرخون گل جگر چاک و پریشان سنبل است
هر کرا در باغ دیدم گشته نالانِ فراق

تا قیامت روی مهجوری نه بیند عاشقی
گر رود در گوشِ چرخ این شور و افغانِ فراق

رونق امید وصالش تا کجا دارم بجا
نیست چون چرخِ فلک هیهات پایانِ فراق

بسکه می بیند ز بارانِ بهاری جوش خلق
می نشیند سر بجیبِ خویشتن خاموش خلق

همچو می از ابرِ نیسان میشود مدهوش خلق
از هجومِ رعد دارد پنبه را در گوش خلق

از پی کاری اگر بیرون رود از خانه‌ها
میگریزد از درخشِ برق دوشادوش خلق

باوجودِ این ترشح در چمن مست او فتاد
از نگاهِ ساقیِ ما بسکه شد مینوش خلق

اینقدر باران رحمت ز آسمان ریزش نمود ... چون غریق بحر می یکسر بود بیهوش خلق

خانهای مردمان در سجدهٔ شکر اوفتاد ... بر زمین سجاده را کی می نهد از دوش خلق

خامه و کاغذ شود از وصف باران غرق آب

اضطراب طرفه میداشت رونق دوش خلق

ردیف کاف

طبع شاداب نمی گردد خشک ... جام مهتاب نمی گردد خشک

آب حیوان سخن را دیدم ... حرف سیراب نمی گردد خشک

چشم تر گاه نماند بی آب ... عین سیماب نمی گردد خشک

قطرهٔ گر چکد از عارض او ... بادهٔ ناب نمی گردد خشک

آبیاری کند از دیدهٔ زار ... هیچ سیلاب نمی گردد خشک

گردش چشم تو بیند گر اشک ... مثل گرداب نمی گردد خشک

چه بلاییست سرشکت رونق

دایم این آب نمی گردد خشک

مادا گزیده اند ز بس گلرخان بخاک ... پیوسته است چشم تر عاشقان بخاک

ساقی مریز جرعهٔ می رایگان بخاک ... طوفان شود ز خون دل میکشان بخاک

مجنون

مجنون ز بیوفائی لیلی بدردِ هجر — از اشکِ خود نگاشته صد داستان بخاک

خواهی که بوسه کفِ پایش بهم رسد — همواره دار فرقِ تو چون آستان بخاک

پا در فتاده لازمِ حالِ توانگر است — دارد همیشه دیدهٔ خود آسمان بخاک

خواهم که خویش را به تهِ خاک افگنم — منزل نموده اند ز بس دوستان بخاک

مستِ تغافلی ز مزارم گذر کند — هر نقشِ پا شود جگرِ خونچکان بخاک

بیهوده دل مبند بدنیای بی ثبات — پامال شد سکندرِ صاحبقران بخاک

از مهر و ماه پنبه بگوشش افگند فلک
رونق کند بدردِ که شور و فغان بخاک

بی سبب هرگز مدان بر خاک پیچ و تابِ اشک — تا بکویش میبرد آخر مرا سیلابِ اشک

بسکه ریزد از دلِ پر داغِ من سیلابِ اشک — لاله زاری گل کند در کوی او از آبِ اشک

عقدِ مروارید جای یافته اندر گردنش — مفت از کف ریختیم این گوهرِ نایابِ اشک

وقتِ رقّت آشنائی وعظ گفتن سود نیست — بردنِ جان سخت دشوار است از غرقابِ اشک

صافیِ مشرب بهاری میدهد حسنِ ترا — سینه ام آئینه گردیده ست از سیمابِ اشک

آتشِ دل را اثرها هست اندک غور کن — شد زمین خاکستری از گرمیِ تیزابِ اشک

تا بدورِ حشر گی بر باد رفتی تختِ او — گر سلیمان داشتی یک گوهرِ سیرابِ اشک

شد بکوی او وطن ما را ز فیض چشم زار
بار منت تا بسر داریم از گرداب اشک

طرفه اعجازست رونق دیدهٔ خونبار را
ظلمت شب را منوّر میکند مهتاب اشک

ز دور در نظر آید غبار آتشناک
رسد بعزم شکار آن سوار آتشناک

درین چمن نبود لاله زار آتشناک
سپرده اند دل داغدار آتشناک

هوای شبنم و گل سرد مهری آرد بار
تو گرم خوی و بنگر بهار آتشناک

بروی شعلهٔ جوّاله دیده دانستم
که بسته اند دل بیقرار آتشناک

اگر بر آئینهٔ دل نه کردهٔ نظری
ترا ز چیست رخ شرمسار آتشناک

شب فراق تو اسباب عیش آزاریست
بدیده شمع بود مثل خار آتشناک

ز سیل دیده بسوز جگر زنم آبی
اگر خرام کنی بر مزار آتشناک

بغیر سیل سرشکی که دارد آتش آه
ندیده ایم دگر آبشار آتشناک

بجز مژه که ثمر دار لخت دل باشد
به هیچ نخل ندیدیم بار آتشناک

ز گرمجوشی آن سینه و جگر می سوخت
که دوش بود در آغوش یار آتشناک

بوصف نظم تو رونق بس است این دو سه حرف
کلام پر اثر آبدار آتشناک

ردیف کاف فارسی

آمد بمقصد عمر بده دیگر بچنگ سنگ — همچون شرر گرفته در آغوش تنگ سنگ

عاشق ز خون دیده چمن کرد خاک را — یابد اگر ز پرتو خورشید رنگ سنگ

بینی همیشه رنج ز پروردگان خویش — دل چاک میشود ز جفای خدنگ سنگ

در حیرت ست ظالم از اندوه ناتوان — مجنون وش ست بر سر دیوانه دنگ سنگ

از تاب حسن صاف شود هر سیه درون — آئینه شد بدست نگار فرنگ سنگ

سختی کشان هراس نگیرند از جفا — کاری نمی کند چو زنی بر پلنگ سنگ

از نرمی طبیعت ما موم آب شد — وارد ز سختی دلت ای شوخ شنگ سنگ

حرص است آنکه رهزن راحت بود به خلق — شد لقمهٔ درشت بکام نهنگ سنگ

رونق ز سنگ دامن او شد مگر تهی
آید ز شوخ برمن شیدا درنگ سنگ

رنگ بقا نداشت بباغ و بهار رنگ — رخسار یار دارد عجب پایدار رنگ

رنگ حنای اوست که شد مایهٔ شرف — زین پیشتر نداشت به عالم وقار رنگ

رنگ لب تو دلکش مردم فتاده ست — در باغ دهر گرچه بود بی شمار رنگ

رنگی ز حسن شاهد بیرنگ جلوه کرد — اکنون نظر فریب بود صد هزار رنگ

رنگ نشاط ریخته آمد نگار من — دارم بدست خود زبرای نثار رنگ
رنگ سرشک گر نه محیط جهان شدی — کی یافتی بروی زمین اعتبار رنگ

رنگ تو رونق است بپرواز هر قدر
آید زباده بر رخ آن گلعذار رنگ

ردیف لام

کی رسد در خوشنمائیها بآن رخسار گل — با رخش نسبت ندارد دیده‌ام بسیار گل
بسکه میسوزد ز رشک دیدهٔ خونبار گل — شعله می آید بچشم ما درین گلزار گل
نور چشم عندلیبان است در گلزار گل — باغبان بیصرفه می آری تو در بازار گل
بیتو رفتم سوی گلشن از پی تسکین دل — در نظر آمد مرا هیهات مثل خار گل
برگ این گلشن به پشت پرده پوش غنچه شد — شاخ از دوش افگند از شرم همچون بار گل
باغبان و بلبلان لاف محبت میزنند — لیکن از دم سردی او مینماید عار گل
عندلیبان را برگ گل نشاند در چمن — باغبان آر و اگر در پیش آن دلدار گل

از من

عالمی در سیر گلشن بخود دست و سینه چاک
بس بود رونق مرا آن چهرهٔ گلنار گل

رفتی تو در هجرت مرا آمد چه سامان در بغل — هر ناله گلشن در بر و هر اشک نیسان در بغل

دارم

دارم دل خون گشته زانروی تابان در بغل / چون ابر دارد چشمِ من یک شعله پنهان در بغل

اندیشه میدارم که آمیبش زسوز دل رسد / گیرد اگر از روی مهرم گاه جانان در بغل

ریزم سرشکی هر کجا باغی نماید دل کشا / گردیده ام از یاد روی او گلستان در بغل

در باغ دنیا گفتمی آنرا گلِ بیخار حیف / وصلِ بتان را گر نبودی دردِ هجران در بغل

می آید آن آشوبِ جان از بهرِ قتلِ عاشقان / در دست تیغِ خونفشان بگرفته دامان در بغل

هرچند دارد بوالهوس تقلیدِ افغان چون جرس / باشد برنگِ خار و خس خاکیش پنهان در بغل

بر دل خورد صد نیشتر آتش زند اندر جگر / کی میرسد آن فتنه گر هیهات آسان در بغل

رونق ببین آن ماهرو دیگر نماید جنگ جو
از هر نگاهی چشمِ او شمشیر عریان در بغل

عبث افتادم افکر هواداریِ دل / جگرم قطرهٔ اشکی شده از زاریِ دل

نم اشکی نه پسندید بخود یاریِ دل / آفرین باد برین وضعِ سبکباریِ دل

خوبتر آنکه دلِ بوالهوسان نگذاری / در کفت جای حنا نیست زبسیاریِ دل

صبر و هوش و خرد و عیش بتا راحم داد / چه ستمها نکشیدم زجفاکاریِ دل

شده خاکستر آئینه و وصلش دریافت / از نگاه بود فزون این همه پرکاریِ دل

بر سر حرف میارید من شیدا را / دوستان بسته ام احرام پرستاریِ دل

بانیِ دهر چو تعمیرِ فلک را میکرد
سنگِ الماس تراشید بمعماریِ دل

رونق بسیر و باراخبری نیست ازاں
جای رحم ست عزیزاں بگرفتاریِ دل

از عکسِ تست ساغرِ می بدر در بغل
وز کاکلِ تو شیشهٔ شبِ قدر در بغل

ضبطِ نفس بجاست گر از اشعار ابدار
دارد هزار آئینه را صدر در بغل

بر تختِ خسروی نشود باز چشمِ من
تا شد ز گردِ راهِ کسی صدر در بغل

زاهد ملاف بیش که چوں گنبدِ فلک
عمامهٔ تراست همه غدر در بغل

رونق زفیضِ صدق و صفایم بعشقِ یار
چوں گوهرست اشکِ مرا قدر در بغل

در باغ از فراقِ تو چنداں گریستم
پر می زخوں دیده نمودم سبوی گل

قدِ نگاهِ من چو خیاباں معطر است
گردید محو چشمِ من از بس بروی گل

از یادِ عارضش چو بگلشن گریستم
بالیده شد ز دانهٔ اشکم نموی گل

رونق خمارِ آں میِ لعل است در سرم
خوردم بباغ گرچه شراب از سبوی گل

وحشی غزالِ شوخ نشد رام ما هنوز
تا مدتی براه فگندیم دامِ دل

ردیف میم

صیاد دوشش گفت که آزاد می کنیم / سر را بپای او زده فریاد می کنیم

ناخن بدل چو تیشهٔ فرهاد می شود / شیرینیِ لب تو چو ما یاد می کنیم

از گوشهٔ نگاه توان کرد کارِ ما / سر در کف انتظارِ تو جلّاد می کنیم

یارب بکوی یار رساند مگر نسیم / مشتِ غبارِ خویش که برباد می کنیم

هیهات نارسائیِ بخت است مانعش / عمریست ناله در رهِ صیّاد می کنیم

کس نیست تا بوحشتِ مجنون شود انیس / ویرانهٔ عدم ز خود آباد می کنیم

رونق هوای بوسهٔ یار است موج زن / دل را بیادِ لعلِ لبش شاد می کنیم

نگارم شمعِ محفل بود شب جائیکه من بودم / سراپا رقصِ بسمل بود شب جائیکه من بودم

خوشا بیداریِ بختی که یابد یار در پیشش / بکف دامانِ قاتل بود شب جائیکه من بودم

نشاطی داشتم در بزمِ مستانِ میِ عشقش / سرود از حلقِ بسمل بود شب جائیکه من بودم

نمی گنجید وهمِ هستیم در جلوه گاهِ او / دو عالم فردِ باطل بود شب جائیکه من بودم

کمندِ نازِ جانان جذبهٔ پنهانئی دارد / مرا زلفش حمایل بود شب جائیکه من بودم

نگردد حسنِ جانان جلوه گر در عرصهٔ امکان / تماشاگاهِ او دل بود شب جائیکه من بودم

زخجلت آب میشد آرزو واندر دلم رونق
سخن بسیار مشکل بود شب جائیکه من بودم

زفکرِ نیستیِ دهر دارد چشم تر شبنم
همه تن قطرهٔ اشکیست مانندِ گهر شبنم

خیالِ راحت و آسایشی داری اگر شبنم
ز رنجِ هستیِ موهومهٔ خود درگذر شبنم

چو وصلِ یار خواهی گریهٔ مستانهٔ سر کن
که با خورشید پیوندد نظر کن زین اثر شبنم

بهمچشمیِ من شب تا سحر از درد گریان بود
چو روی مهر را دیدم نیامد در نظر شبنم

اگر در مسکنِ اصلی خود پای قناعت داشت
باین بی اعتباریها نگشتی دربدر شبنم

چو میخواهی سرت دارد دلی زاهد مهیا کن
که می یابد ز تاثیرش بچشمِ گل مقر شبنم

مرو آتش مزاجِ من بسیرِ گلستان هرگز
چمن مجمر شود گل شعله میگردد شرر شبنم

قدم فهمیده باید زد درین گردابِ حیرانی
که در دریای رقت هست صد طوفان خطر شبنم

بشبها گریه کن گر عفوِ جرمِ خویشتن خواهی*
که کارِ رحمتِ ایزد نماید در سحر شبنم

کسی واقف نشد از گریهٔ مستانهٔ رونق
زجوشِ دردِ دل میریخت اشکی تا سحر شبنم

* اصل بیاض میں اس کے بعد یہ شعر لکھکر کاٹ دیا گیا ہے۔
بجز غلطاں شدن در نوحهٔ شهرت کی بود ممکن ⁂ که از افتادگیها میشود ایدل سمر شبنم

زدربانانِ آں درگاہ صد منت بجاں دارم | اجازت گر دہندم تا کہ سر بر آستاں دارم
عروجِ نشۂ وصلش تماشا کردنی دارد | کہ از دیدار او چوں شیشۂ می سرگراں دارم
نگاہی نیست ہرگز سوی حالِ خستہ ام او را | نماید خندۂ سرشار چوں پیشش فغاں دارم
خصوصیت مگر باشد مرا در بزمِ ہمچشماں | تغافل ہر قدر افزوں کند خاطر نشاں دارم

حریفِ فہمِ معنی کیست رونق جز تو در دوراں
گزیں بحرِ غزل در شعر طرحِ امتحاں دارم

ترا سر تا بپا چوں خوب دیدم | سراپا صورتِ مرغوب دیدم
نہ بینی ہمچو من کامل بالفت | بشب ہا گریۂ یعقوب دیدم
سراپا خوبی و داری عتابی | ہمیں وضعِ ترا معیوب دیدم
چو مجنوں سوزِ عشقی در کسی نیست | بچشمِ خویش بس مجذوب دیدم
ہنر را غیرِ ذلت نیست قدری | بطبعِ دہر ایں اسلوب دیدم
رقیبم دی دو چار رہگذر شد | چو منعم خواست بس مغضوب دیدم

شدم رونق بعشقِ یارِ کامل
کہ رنج و محنتِ ایوب دیدم

عجب سوزی ز جوشِ نالہ دارم | بیت | مرا دل نیست یک بتخانہ دارم

ندارم رغبتِ سیرِ گلستان | زداغِ دل بهارِ لاله دارم
بیادِ آتشین روے بهردم | تپش چون شعلهٔ جواله دارم
بدورِ سرد مهریهای گردون | سرشک سرد همچون ژاله دارم
ز سلکِ گوهرِ اشکِ روانی | براے زیورِ او ماله دارم
برنگِ نرگسِ مخمورِ مستش | محبت از می دوساله دارم

زدر و آه خود رونق نظر کن
رخ او را درونِ هاله دارم

(ایضاً)

بگلشنی که چو طاوسِ زار گریه کنم | زداغهاے جگر لاله زار گریه کنم
اگر شود چو تباشیر اشک در مژه ام | اگر بهجرتِ آن نیسوار گریه کنم
بعشقِ شعلهٔ رویش زبسکه لبریزم | بسانِ شیشهٔ آتش شرار گریه کنم
ز شوقِ نرگسِ مخمورِ ساقیِ گلفام | برنگِ شیشهٔ خالی خمار گریه کنم
عجب مدار گر از یادِ آن کفِ رنگیں | بجای قطرهٔ خونیں حنا رگریه کنم
بیادِ چادرِ زرتارِ آن گلستان رو | ز چشمه های دو چشم آبشار گریه کنم

نه بهرِ دورِ می و جامِ باده میگریم | چو شیشه از پیِ آن روی ساده میگریم

نه همچو ابر بکوه ایستاده میگریم — بسانِ چشمه بخاک اوفتاده میگریم

بشوقِ دیدنِ آن ماه رو چو آئینه — سری بزانوی حسرت نهاده میگریم

بدردِ هجرِ تو چون سیل آنچنان زارم — که سر بدامنِ صحرا نهاده میگریم

بهجومِ مردمِ این شهوار دم دل تنگ — بکوه و دشت روم دلگشاده میگریم

بدرد جان کنی خود نه آن قدر نالم — شکستِ شیشهٔ مے را زیاده میگریم

بعشقِ ساده رخی مبتلا شدم **رونق**
نه بهرِ مسندِ زرین وساده میگریم

یارِ دلدارِ قدیمے دارم — طرفه عیارِ قدیمے دارم

چشمِ مخمورِ تو برد آرامم — کهنه بیمارِ قدیمے دارم

بچه صورت نکشم نالهٔ زار — که دل آزارِ قدیمے دارم

آن گل روی من و زاهدِ خلد — که ازان عارِ قدیمے دارم

سنگ آئینه شود از خویش — من جفاکارِ قدیمے دارم

زلف دل بسته بهر مو گوید — کاین گرفتارِ قدیمے دارم

کاکلِ او رگِ جان شد **رونق**

طرفہ زنارِ قدسے دارم

زلف گوید کہ نگاری دارم
شانہ لافدشبِ تاری دارم

چہرہ دم زدکہ بہاری دارم
کاکل آشفت کہ تاری دارم

بی دماغانہ چو راہش گیرم
گویدم دورکہ کاری دارم

بار بارم بدل آید ہوسے
خلوتش خالی و باری دارم

عکسِ آں سنبل و نرگس چو فتد
گویدآئینہ بہاری دارم

خار خارم زند ایں نوکِ مژہ
بسکہ در دلِ توخاری دارم

رونقِ تازہ بدل عشقم داد
ہوسِ تازہ نگاری دارم*

زچاکِ سینۂ صبحِ بہار خندہ زنم
زنہر ہر مژۂ برجوئیار خندہ زنم

باین حیات تُنک مایہ گرمِ جولانست
زہستیٔ عدمش برشرار خندہ زنم

سیاہ بختم و از تیرگیٔ طالعِ خویش
بظلمتِ شب و گیسوی یار خندہ زنم

برمشِ واعظِ گمرہ زچاکِ پیراہن
بسانِ ذرہ زہر تار تار خندہ زنم

*مسلسل یہہ تینوں غزلیں تذکرۂ صبح وطن سے نقل کیگئی ہین اصل نسخہ میں درج نہیں تہیں ۱۲

*بسوی وصلش ای قاصد چو از خود میروم همدم
بغیر از خاکساری از عدم نبود رہ آوردم
چو شاخ زعفران از فلکِ طالع حیرتی دارم
ز راہِ بیخودی گر سوی سروستاں گذر افتد

رسیدی گر در آغوش آں پری یارب چه میکردم*
چو مہرِ سجدہ خاکِ شفا باشد بسر کردم
بجای گریہ بارِ خندہ می آرد رخِ زردم
بیادِ آں قد و بالا دو بالا می شود دردم

حرفی اگر ز شکوۂ دلدار سر کنم
آں بلبلم کہ گر بچمن نالہ سر کنم

از بی ثباتی دل مضطر خبر کنم
گلشن تمام غرقہ بخونِ جگر کنم

رونق بدل فتادہ چہ آتش کہ دمبدم
از اشکباریِ مژہ کار شرر کنم

چوں سوی او وشش نظر کردم
رو نمائیش را ز قطرۂ اشک

سینۂ خویش را سپر کردم
جیب و داماں پراز گہر کردم

ردیف نون

* یہہ ادراس کے بعد کی غزل تذکرۂ معدن الجواہر واصف سے نقل کیگئی ہے ۱۲

* یہہ شعر گلزار اعظم مین ملا ۱۲

سوده ام تا بر ترابِ ساقیِ کوثر جبین
چشمهٔ آبِ بقا دارد ز خجلت تر جبین

میکند بذلِ ضیای و نور بر خورشید و ماه
از سجودِ آستانش بسکه شد انور جبین

خم شدن از عجز باشد مایهٔ تحصیلِ اوج
از سجود و خاکساری‌ها شود برتر جبین

شد گلِ خورشید غرقِ بحرِ خجلت از شفق
تا شد از فوارهٔ مژگانِ من احمر جبین

اینقدر محوِ سجودِ کیستم یارب که شد
جان و دل مثلِ سراپای تنم یکسر جبین

شاهیِ ملکِ سخن آگاه را رونق دهد
می نهد بر درگهِ او هر سخن پرور جبین

عکسِ او از خانهٔ آئینه چون آید برون
از رگِ جوهر سراپا سیلِ خون آید برون

گر کنم وصفِ سیه مستیِ چشمش در چمن
جامهای لاله از خجلت نگون آید برون

در امیدِ جلوهٔ رویش ز سیلِ گریه ام
مصحفِ لختِ دل از بهرِ شگون آید برون

میکند رقصی خیالِ او بدل گر ناله ام
از سرِ عشرت صدای ارغنون آید برون

گر باین مستی نگاهی سوی گلزار افگنی
مثلِ چشمِ آهو از نرگس جنون آید برون

گر سری داری بملکِ خاکساری بالیقین
در رهت از نقشِ پا صد رهنمون آید برون

بسکه فیضی بردی از آگاه رونق در سخن
هر کسی از عهدهٔ نظمِ تو چون آید برون

پر از گوهر شد از فیضِ غمِ دل دامنِ مژگان
ز چشمِ خونفشانم گشته رنگین گلشنِ مژگان

نینداز ای ز پا افتادگان را از نظر هرگز
ندوزد غیرِ تارِ اشک کس پیراهنِ مژگان

دهد هشیار را پا لغزِ مستان صدمه آفت
کند با خاک یکسان اشک را لغزیدنِ مژگان

تماشا کردنی دارد حریفان این رسن بازی
که اشکم ترکتازی میکند بر گردنِ مژگان

زمانی چشم بند از دیدنِ دنیا تماشا کن
سیه پوشست عالم از برای شیونِ مژگان

چه پرسی رونق از ناپایداریهای امکانم
که گردد زود برهم از بهم پیوستنِ مژگان

تا کی بفکرِ درد و مداوا گریستن
لازم بود به دیدهٔ شیدا گریستن

نشوید غبارِ سینه به تنها گریستن
طاوس وار رفته بصحرا گریستن

ربطی چو گوهر است مرا با گریستن
هستیِ من چو اشک بود تا گریستن

برحالِ خویش گریه غنیمت توان شمرد
تا چند عندلیب بگل ها گریستن

گر گریه داغِ دل برد از سینهٔ حزین
خواهم ز غمزه اش به تمنا گریستن

نظاره محوِ عارضِ گلگونِ یار شد
جایز بود به نرگسِ شهلا گریستن

از چشمِ یار سرمه برون ریخت وقتِ خواب
خالی نرفت در دلِ شبها گریستن

تا کی ز چشم یاوری گریه میرسد
همچون سحاب از همه اعضا گریستن

از ساز و بداغِ عشقِ تو

تا چند راز عشق نهان در دلم بود — آهم نمود واضح و رسوا گریستن
زگریه بار منّت و احسان گرفته‌ایم — دارد محبتی بدل ما گریستن

رونق هجوم درد دلم را گرفته است
یا ناوک نگاه بتان یا گریستن

چون یافت وطن این دل بدخو به بیابان — شد مردمک دیدهٔ آهو به بیابان
زنهار نه بینی گل شبّو به بیابان — آید بنظر سنبل گیسو به بیابان
ویرانه نشین را نه فتد کار به عالم — یکسو شده از شهر زدم رو به بیابان
کونین شود خاک اگر در غم هجران — از درد دل زار کشم هو به بیابان
تا دیدهٔ اغیار نه بیند رخ عاشق — جان میدهد از خنجر ابرو به بیابان
از گریهٔ زارم خبری نیست کسی را — گردید روان از اثرش جو به بیابان
با گریهٔ عاشق چه کند گریهٔ زاهد — این پیش کشان ناله کند او به بیابان
گل کرد بصحرا اثر گریهٔ مجنون — دل میکشدام الفت این بو به بیابان

رونق چو سخن بر کشد از جودت صائب
یا هو هوا سوز دو آهو به بیابان

ردیف هاے هوز

بجا

چکد جای سرشک از چشم من آئینه آئینه
بجای دل بود شاید مرا در سینه آئینه

شدی آئینهٔ مهتاب زنگ آلود در پشت
بکف چون داشتی جانان من دوشینه آئینه

مپرس از صفوت دلهای ارباب فنا ما را
بود در خرقهٔ درویش جای پینه آئینه

مگر آراست روی شاهد فیض اجابت را
نماید سنگ دلها را شب آدینه آئینه

ندارد میل سوی اطلس و زربفت روشندل
بپوشد خلعتی خز خرقهٔ پشمینه آئینه

سیاهی زادهٔ غار نگر صبر ست کز حیرت
براندامش شود هیهات چار آئینه

ز رعنائی پرد گر اینقدر رنگ تابان رونق
شود از زردی رخسارها گنجینه آئینه

دارم بدل ز هجرش فصل بهار عقده
وا مانده جفایم یکدل هزار عقده

مژگان یار افگند در جان زار عقده
هیهی چسان کشایم از نوک خار عقده

از بستگی کارم جانی رسد بهر دم
سرمایهٔ حیاتم شد چون شرار عقده

حرفی اگر بگویم کی لایق عتاب ست
جانان ز رشتهٔ خویش در دل میار عقده

خرسندئی است ما را در ناروائی کار
دیوانه را چو گوهر باشد بکار عقده

از تیغ آبدارش امید وا شدی بود
پیکان تیرش افگند آخر بکار عقده

وقت شهادت خویش منصور راحتی داشت
حل میشود ز کارت بنگر به دار عقده

هرکس بقدر حالش از دوست شادکام است　　آمد فقط بکارم زان گل عذار عقده

چون زلف حلقه داری بر عارضی وطن کرد
رونق بکارِ خود زد بی اختیار عقده

از لبِ رنگینِ او شد در دلم تبخاله　　میتوان کردن علاجم را ز برگِ لاله

ریخت آتش در دلِ من شعلهٔ جواله　　در سراپایم برنگِ برق باشد ناله

*روی او دیدم تنم چون حلقه شد از پیچ و تاب　　از پیِ ماهِ رخش پیدا نمودم هاله

گفتگوی واعظِ بیهوده مشنو زینهار　　عالمی را می فریبد از صدا گوساله

گشت مستغنی ز بارِ زیورِ خود آن نگار　　تا بدست آورد از تارِ سرشکم ماله

حاجتِ حنا و ساغر نیست رونق زینهار
از نگاهش میکشم هردم میِ دوساله

ردیف یاء

دارد هوای باده کشی یار اندکی　　پرخون کنید جامِ دلِ زار اندکی

سرمست ناز میروی از خاکِ کشتگان　　دامانِ خویش را تو نگه دار اندکی

* اس شعر کے بعد اک اور شعر لکھکر کاٹ دیا گیا ہے وہو ہذا۔

فیضِ عریانی همی گنجد بشرحِ گفتگو　　از شب و روز ست براندامِ من دوشاله

شوخی مکن نسیم بزلف نگار من / فهمیده نه قدم بشب تار اندکی

پا را نگاهدار ز بالینم ای اجل / دارم بخاطر از مژه اش خار اندکی

هر جاست بی نقاب رخ شاهد ازل / از چشم دل حجاب تو بردار اندکی

از لغزشت بعالم میخانه ها شود / پست و بلند راه تو هموار اندکی

رونق ز عرض حال شود یار بیدماغ

بر بند پیش او لب اظهار اندکی

بخاک تیره یکسان شد ز آهت گلشن ای قمری / گرفتی خونبهای بلبلان از گردن ای قمری

مباد از آتش آه تو سوزد گلشن ای قمری / بصحرا رفته خاطرخواه سرکن شیون ای قمری

مگر سرو ترا باشد خمار سرگرانی ها / برنگ شیشه می داری تو در پیراهن ای قمری

مگر از بدو فطرت با قدح نوشی سری داری / چرا ساغر نمایان شد ترا بر گردن ای قمری

اثر خالی نرفت از گریه و افتاد سروت را / ز نهر آب در پا حلقه های آهن ای قمری

ز جوش آتش دل با سمندر میشوی همرنگ / اگر هم طرح در فریاد گردی با من ای قمری

ره عشقست و در هر گام جان تازه میخواهد / نمی باید شد از خنجر کشیدن ایمن ای قمری

بفن عشقبازی راز دل با کس نباید گفت / درین ره میشود از سایه پیدا رهزن ای قمری

بسرو آتشین خوی فتاده کار **رونق** را

که مثل سرو تو صد را کشد در دامن ای قمری

مستانه خرامی چو بصحن چمن آئی — پیمانه شکن گر ببر انجمن آئی
کی دست دهد اینکه در آغوش من آئی — جان در تنم آید اگر ای سیم تن آئی
کو حوصله و طاقت گفتار و دماغی — گر بر سر لطف و کرم ای دل شکن آئی
رنگ رخ شیرین تو پرواز نماید — فرهاد چو در حشر بخونین کفن آئی
صد قافلهٔ مشک بگرد تو در آید — آهو برمد گر بخطا و ختن آئی
صد دیدهٔ نرگس بقدوم تو سفید است — در باغ زمانی برخ یاسمن آئی

رونق بفراقت همه شب دیده نه بندد
ای کاش بخوابش برخ پرفتن آئی

تا تو زلف دلکش خود را زرافشان کرده — در شب تاری عجب روشن چراغان کرده
مثل آئینه تحیر را چه ارزان کرده — با کمال سادگی یک شهر حیران کرده
والهانت را بجان دادن شده وجد تمام — تا سجاف خون عاشق زیب داماں کرده
پرده از رخ چون گشادی قدرت حق جلوه داد — آشکارا از نقابت راز پنهان کرده
عشق چون کامل شود خالی نگردد از اثر — عندلیب زار گل را چشم گریان کرده
هر سحر روشن کنی در دم چراغ آفتاب — آه آتش بار شمع دلفروزان کرده

زنگ بستی از مسی و پان لب خود را بناز | بهر شبخون دل عاشق چه سامان کردهٔ
هر که بیند رونقت از عشق باز آید دلش | شهره در زشتی چرا نام نکویان کردهٔ

شعر را قدری نباشد اندرین عصر نگون
خویش را رونق بنادانی غزلخوان کردهٔ

بکف ساغر چو انداز دبت من بسبو دستی | ید بیضا ز خجلت میگذارد پیش رو دستی
بیاد تیغ خونریزش برآرد هر دم از حسرت | چنار آسا برون از تربت من آرزو دستی
بطاق نرگس مستش نمازی چون توان خواندن | که دستی غرق صهبا بود و در آب وضو دستی
پی گلچینی باغ جمال عنبرین موی | چو شانه چاکهای سینه ام شد مو بمو دستی
صفای دست رنگینش مگر شرمنده میدارد | که در خون دل خود میبرد بر جان فرو دستی
شدم مجنون عشقش عاقلان سازید تدبیری | ز مشکین کاکل یارم بیا آرید زنجیری
برنگ آئینه لبریز حیرت شد سراپایم | مگر امشب بچشم جلوه پیرا گشت تصویری
دلم بر آتش غیرت چو مرغ نیم بریان شد | بفتراک سر زلفت طپیدن داشت نخچیری
حذر کن آسمان از ناوک آه جگر سوزم | که از زلف رسای یار در دل خورده ام تیری

ز ورودم

ز پرواز غبار کوچه جانان یقینم شد | که صرف خاک گردیدست اینجا خانه آبادی

بو دار زنگ و چین از نقش اشکم داغها در دل
ہم چشم بفرش خاک شد مانی و بہزادی

چو پرویز ان کند کوه فلک را تیشۂ آہم
دل دیوانه ام رونق عجب کردند فرہادی

دل بگوی یار تنہا میروی
بعد ازیں شاید بصحرا میروی

طاقتم طاق ست امروز از فراق
دی شنیدستم که فردا میروی

بیخودی از نشۂ و بر دوش غیر
خانہ ات ویران بچه رسوا میروی

گرم جوشیہای دل داری بیاد
بیوفا از پہلو ما میروی

تا نظر افگنده ام سوی کسی
خوش نمی آید مرا روی کسی

جان کند آسوده آه نسیم شب
زین نسیم آید مرا بوی کسی

اینقدر رونق چرا ریزی سرشک
الحذر از گرمی خوی کسی

ضمیمۂ غزلیات که بعد تنسیخ این اوراق دستیاب شده

☆ یہه اور اسکے بعد کی غزل تذکرۂ معدن الجواہر سے نقل لگئی ہے ۱۲

از الف هاے سینه چون هم بانز — گردن افراز کرده مارا
ای محبت تو در هوای وفا — تو چه شهباز کرده مارا

رونق از طرح آیین غزل بعلا
فقد جانباز کرده مارا

گرچه جسم ناتوانم آه شد هار جنون — لیک میگردد بلند از نالهام کار جنون
چون شود آشفتگیم زیب دستار جنون — نیست جز موی سرم در دست یکتار جنون
غیر خود دیگر نمی یابم خریدار جنون — از دم سردم چها گرم ست بازار جنون
نازها دیوانگان دارند از سودا رهم — سایهٔ دیوار باغم شد سرِ دار جنون
چون بزلفِ یار می ماند بدوش جان کشم — از سر زنجیرای دلبستگان بار جنون
شورش دیوانه گردد بیش در فصل بهار — دور حسنِ گلرخان شد روز بازار جنون
زلف پیچانش نگه دارد دل دیوانه را — کیست جز زنجیرای آشفتگانِ یار جنون
گر مرا دیوانه خود آن پری گوید بناز — از سر جان میتوان برداشت آزار جنون
باغ حسنِ گلرخان را داد رویش آب و تاب — رنگهای تازه از من یافت گلزار جنون

قصاید

قصیدہ در منقبت حضرت امام حسین علی جدہ و علیہ الصلوٰۃ والسلام موسوم بہ گنج گہر

تشبیب

عزیز گشتہ بہ پیشِ تباں ازاں گوہر | کہ شد مشابہِ اشکِ ستم کشاں گوہر
بحیرتم کہ چنیں شہرہ چیست نیساں را | رساند دیدۂ من تا بآسماں گوہر
دلم چو مایلِ عشقِ بتِ گہر پوش است | ز چشمِ خویش نیارم بروں چساں گوہر

*مجھکو رونق مرحوم کے قصاید کی بہت تلاش تھی - باوجود جستجو کے کہیں نہیں ملتے تھے گلزار اعظم مین اس قصیدہ کے چند منتخب اشعار دیکھنے میں آئے تھے - میں مولوی عبدالواجد صاحب واجد فرزند مولوی عبدالعلی صاحب والہ مرحوم کے تفحص و تلاش کا نہایت ممنوں ہوں کہ اونکی عنایت سے سالم و کامل دو قصیدے دستیاب ہوگئے قصیدۂ ہذا والہ مرحوم کی ایک پرانی بیاض میں پایا گیا جسمیں اونہوں نے بزمانۂ طالب العلمی مختلف اساتذہ کے اشعار جمع کئے تھے اور دوسرا قصیدہ صاحب موصوف کے کتب خانہ کی ایک قلمی کتاب کے آخر پر لکھا ہوا نظر پڑا - جو اتفاق سے طغیانی رود

چو آب و تابِ سرشکم به بیند از شرمش — بخویش تیغ کشد از صدف نهان گوهر
بسیل گریۂ من بیقرار شد که کند — ز رشته ها خط زنهار راعیان گوهر
ز مهرِ مال بود زندگی زرداران — بقالبِ صدف آمد برنگِ جان گوهر
بخاندان خلفِ نامور دهد شرفی — فزود منزلت و قدرِ بحر و کان گوهر
دهد به تنگدلان جا درونِ جان منعم — که یافت در تهِ دریا ازآن مکان گوهر
حصولِ مال بدنیاست عقدۂ خاطر — ز کار بستۂ خویش ست سرگران گوهر
گدا ز صحبتِ منعم همیشه دارد عار — جدا فتاده ز دریا برای آن گوهر
ز آبرو نه پسندم بخویش ننگ سوال — بغور بین که زند قفل بر دهان گوهر
همیشه اهلِ هنر در سپاسِ احسانند — که شد به پیش صدف سر بر آستان گوهر
ز دودِ آه صفای سرشکِ من گم شد — که بے جلا شود از کثرتِ دخان گوهر
مدام کارِ یتیمان ز غیب گیرد نظم — که یافته ز صدف طرفه سائبان گوهر

بقیۂ صفحۂ ۱۰۴

کی لپٹ سے بچ گئی تھی افسوس ہے کہ اس کتب خانہ کو جس میں فارسی کتب کا نہایت نایاب ذخیرہ جمع تھا اور جس میں مدراس کے اہلِ کمال کی نادر الوجود تصانیف موجود تھیں سیلاب کے ہاتھوں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ۱۲ جامع دیوان

زحسبِ مالِ دلِ اغنیا شود ناسور   ز رخنه بهر همین یافته زیان گوهر
کمال یافته تا چیز از سیه بختان   که کرد ظلمتِ شب فلس ماهیان گوهر
مدام اهلِ هنر گوشه گیر می باشند   که منزوی بحصارست جاودان گوهر
بمالِ عاریتی نازشِ توانگر چیست   که در خزانهٔ او هست میهمان گوهر
بجا مشی هنرِ صاف دل عیان گردد   زآبِ خویش خبر کرد بی زبان گوهر
باهلِ شرم نگردد خلل ز عریانی   ز موجِ نور برخ بست طیلسان گوهر
بغیرِ فرقِ گهر پوش آن نزاکت بار   ندیده ام که بود زیب کهکشان گوهر

مطلع ثانی

تشبیب

خیالِ ابروش آرد چو در گمان گوهر   شود چو قبله نمایشِ زاهدان گوهر
سرای خویش ندانسته هیچ جا از درد   بگوشوارهٔ او کرد آشیان گوهر
بسیر بحر چو رفت آن نگار زرین پوش   زعکس او شده همرنگ زعفران گوهر
سرشک ما ز صفای رخش منوّر شد   بسینه بسته چرا شوخ رایگان گوهر
ز دردِ هجرِ بناگوشِ یار حیران ست   بچشم میل کشد همچو سرمه دان گوهر
بهم رسانده ز باسنی ز رشته میسازد   ستایش دُر دندانِ او بیان گوهر
لباس گوهر او چون فلک تماشا کرد   روان نمود ز انجم بارمغان گوهر

تماشا

از

ز سینهٔ صافیِ جانان صدف کند خبری
ز تنگیِ دهنش میدهد نشان گوهر

مگر بمحفل خود کرده گهر ریزی
که جای اشک براید ز شمعدان گوهر

بحیرتم بخیال رخ که گریانم
که گشت قطرهٔ اشکم عجب گران گوهر

بفکر مدح کدامین گهر فروزانشب
ز بحرِ طبع چنین میشود روان گوهر

دُرِ ثنای که طبع مرا ضیا بخشید
رسانده ام ز رقم تا بفرقدان گوهر

بوصف گوهر بحر نبوتم مائل
که نقش نقطه شود رشک یکجهان گوهر

امام و قبلهٔ کونین سید الشهدا
ز فیض خاک درش یافت عز و شان گوهر

بهار گلشن ایمان ضیای دیدهٔ دین
که شد به پیش سخنهاش قطره سان گوهر

فروغ دیدهٔ زهرا سکون جانِ علی
که از محیط رسالت بر آمد آن گوهر

حسین صابر مظلوم راضی از تقدیر
ز خون دل بغم او شد ارغوان گوهر

ز گرد کویش اگر تحفه برد همراه
عجب مکن که شود بار کاروان گوهر

ز نقد فیض کلامش غنی شود عالم
که در سخن ز لبش ریخت یکجهان گوهر

اگر ز عارض او پرتوی فتد در بحر
شود بچشم سبک خوار و ناتوان گوهر

ز روی خشم به فیاض اگر نگاه کند
شود بسینهٔ دریا شرر فشان گوهر

ز جوش مهر بشبنم گشاید ار چشمی
ز انفعال نیارند بر دکان گوهر

زروی وعظ اگر جمع مال منع کند   شود ز قطرگی خویش ترجمان گوهر
شهی که بهر ظهور رواج احکامش   بمنعمان جهان ست ترزبان گوهر
شمیم خلقش اگر بگذرد بدریا بار   ببر گرفته رسد جزو گلستان گوهر
کمر بیمن نگاهش سعادتی اندوخت   که شد به تخت صدف شاه کامران گوهر
کف عطایش اگر مایل سخا گردد   غنی طمع کند از دست مفلسان گوهر
بشان خیمهٔ او کن نظر که بهر شرف   ز تار موج باو بسته ریسمان گوهر
زمطلع دگری میکنم شروع خطاب   که کسب نور تمنا کند بآن گوهر

مطلع ثالث

بفیض مدح تواند وختم چنان گوهر   بگوشواره طلب کرد حورازان گوهر
بکارخانهٔ عالم کف نوال تو ریخت   بسنگ لعل بدریای بیکران گوهر
نموده عکس جبین تو چرخ را روشن   ندیده است کسی اینقدر کلان گوهر
بوصف توسن اندیشه را کجا طاقت   ز نسبت عرقش میشود روان گوهر
ز جستنش چو به ایما رقم کنم حرفی   چو برق میشود از دیدنش تپان گوهر
سکون و سرعت او دیده سخت حیران شد   بچرخ برق و بدریای بیکران گوهر
بمدح جوهر تیغت قلم چو مایل شد   بپایش آمده زنجیر از گران گوهر

بخواهد ار کند از اهل حرص قطع امل ‌‌ ‌ شرار تیغ تو و زنجیر بیکران گوهر

ز لعل آب و ز خورشید تاب بر دارد ‌ ‌ ‌ بعمر خویش ندیدیم آنچنان گوهر

چنان شرف بود آن روضهٔ مقدس را ‌ ‌ ‌ بخاکِ درگهِ او نیست هم قران گوهر

برای کسب شرف بر چراغ مشهد ‌ ‌ ‌ ز فرط شوق شود مثل تابدان گوهر

توئی که گوهر نامت ضیای کونین است ‌ ‌ ‌ گدای کوی تو بخشد بخسروان گوهر

چو هست گوهرِ مهر تو در خزانهٔ دل ‌ ‌ ‌ دگر طلب چه کنم پیش این و آن گوهر

چه عرض دارم از احوال خویشتن شاها ‌ ‌ ‌ که آرزوی دل زار شد همان گوهر

ز دست جور فلک سخت زار و نالانم ‌ ‌ ‌ کند بدیدنِ آن اشک را روان گوهر

گشاد کار ندیدم بدور این بیرحم ‌ ‌ ‌ چه سنگ ها زند آرم چو بر زبان گوهر

بر آید از فلکِ سفله کام کم ظرفان ‌ ‌ ‌ گرفته است بکف گنج شایگان گوهر

ز اشک خویش بیادت دلم امان یابد ‌ ‌ ‌ بغیر آب ندارد نگاهبان گوهر

ز مهر خویش به من بخش گوهر ایمان ‌ ‌ ‌ بگرد او نشود گاه همعنان گوهر

ز فیض مدح تو طبعم چنان ضیا اندوخت ‌ ‌ ‌ که جای حرف در آمد بداستان گوهر

ز شعر من گهر شب چراغ شد روشن ‌ ‌ ‌ ندیده است چنین چشم ماهران گوهر

قصیده با گهر منقبت شود موسوم ‌ ‌ ‌ که تا نثار نمایند انس و جان گوهر

سخن کند بدعائیه مختصر رونق | گرفته قدر ز تو اے خدایگان گوهر
همیشه تا شود از پرتو تجلی غیب | بسنگ لعل و بدریا کند مکان گوهر
نثار روضهٔ پرنور تو شود هر دم | بجوش درد دل از چشم زائران گوهر

قصیده مسمی به وصف جشن عظیم که بتهنیت بسمله خوانی نواب عظیم جاه گفته

عروس طالع ایام جلوه آرا شد | که در حدیقهٔ گیتی گل طرب وا شد
بهر طرف که نظر رفت طرفه سرسبزیست | چو گلزمین سخن شهر و دشت خضرا شد
صفاپذیر چنان گشته است روی زمین | که سطح کوه چو آئینه مصفا شد
مگر سحاب درین فصل رنگ می بارد | که پیرهن به تن اهل زهد حمرا شد
تمام خلق جهان چون افق شفق پوش است | لباس سرخ بآغوش پیر و برنا شد
ز رنگ عیش چنان جام دل بود لبریز | که جوش خندهٔ عشرت برنگ صهبا شد
تمام اهل سخن گرم شعرخوانیها | ز سرد مهری دوران اگرچه یغما شد
سه پاس روز پی سیر چون برون رفتم | برهگذار دوچارم یک اهل معنی شد
درون ز فکر سخن دیدمش پریشان وضع | عجب بطبع من خسته حال پیدا شد
باو سوال چو کردم ز وجه این تشویش | بطنز گفت شناسم که عقلت از جا شد

هنوز بیخبر افتاده بکلبهٔ خویش — زجشنِ مکتبِ نواب شور و غوغا شد
بفکرِ قطعهٔ رباعی غزل قصیده در آن — اگر هوای سخن در سرت مهیا شد
چو این نوید بگوش دلم رسید بوجد — دماغ شاعریم نیز خامه فرسا شد
بوصفِ جشنِ عظیمی غزل سرا گشتم — که قفلِ کار فرو بسته راست این وا شد

مطلع ثانی

چه شورِ عیش در آفاق باز پیدا شد — که ساز و برگ جهانی ازان مهیا شد
دمیکه خسرو انجم نظر برحمت داشت — سعادتی ازلی را چو جوش دریا شد
خیال زینت و ترتیبِ بزم عالی شان — بجشنِ مکتبِ نواب شاه مارا شد
چه شاه آنکه عظیم ست نام باجاهش — کمینه چاکرِ درگاهِ او چو دارا شد
سکندر ست و فریدون و پیشکارانش — دران زمانه که جمشید جام پیرا شد
غرض معاینهٔ بزمِ خاصِ دلکش داشت — که شاهِ کشورِ ایران باین تمنا شد
هزار مایدهٔ فیضِ عالمی گسترد — که سیر چشمِ طمع هم زمالِ دنیا شد
زوصفِ فیض و نوالش زبان شود قاصر — بموجِ حشمتِ او خامه عجز فرسا شد
هزار خلعتِ زرین و جامهٔ اطلس — بصبح و شام بدوش کهار برپا شد
هزار خوان پر از الوانِ نعمتِ دوران — بهر محلهٔ و کو عشرتِ نظرها شد

زجاجهای گران قیمتی که دراین جشن
عطای مردم سرکار فیض پیرا شد

محاسب خرد ست از شمار آن عاجز
دبیر عقل در اظهار آن بانخفا شد

بروز بسمله خوانی خسرو آفاق
بتاسه‌ها که بتقسیم طفل و برنا شد

دهان پیر فلک شد حلاوت آلوده
بهای گوهر انجم بنم عرقها شد

بصد کمال فصاحت چو خواند بسم الله
صدای نوبت و نقاره تا ثریا شد

نوای تهنیت از جان قدسیان برخاست
ندای احسن و آمین ببزم اعلی شد

بزیر سایهٔ والای عم قبلهٔ خویش
رسد بعمر طبیعی که بس مهنا شد

زفرط روشنی و زیب و زینت محفل
گهر فروز حریم دلم چو هرجا شد

هزار سرو بلورین نظر فریبی کرد
بپیش تخت شهی هر که گام پیما شد

قطار فرش قنادیل هر دو جانب دید
کمال خرم در آن بارگه مهودتی شد

برنگبازی و آتش فروزی اقسام
چه عیشها که بجشن‌تار بزم والا شد

بدست پیر و جوان بود رنگ افشانی
درون خیمه که در صحن خانه برپا شد

چو یافتند اجازت برنگ بازیها
برنگ معنی رنگین بدن سراپا شد

بیه بزم تهنیتش صف کشند رقاصان
کدام نوشه دولت جلوس فرما شد

سماع زهره جبینان زبسکه رفته چرخ
هزار ولوله در خاطر مسیحا شد

زجوش رقص که تا هفته شور عشرت داشت
بطبع پیر و جوان لذتی مهیا شد

ادا کرشمهٔ رقاصگان خوش پیکر
خلایع فاخره در بر چه قدر افرا شد

یکی بناز و ادا دل ربودی از محفل
یکی بنغمهٔ شیرین حلاوت آرا شد

بهر مقام میسر بخاص و عام طرب
زپان و عطر و گل و قهوه توده هر جا شد

بعرض حال کنم مطلع دگر انشا
کمال قدر حضورش چو آشکارا شد

مطلع ثالث

شها دمیکه نوال تو گنج پیرا شد
کف عطای تو دیدم که رشک دریا شد

چو یافت طالع دوران قران بهبودی
زرحمت ازلی چون تو کار فرما شد

هنرشناس ترحم اساس و نیک قیاس
سپاس لطف تو افزون زحصر و احصا شد

بهر کمال دهی داد قدر دانیها
علی الخصوص سخن را که از تو هر جا شد

ترا چو هست خدا داد طبع موزونی
که بی تامل و دقت بنظم و انشا شد

بعید نیست ز تو قدر شعر ذی رتبه
که مستحق در گوش زهره سیما شد

بسمع شهرهٔ این فیض و قدر دانیها
بر آستان تو رونق زبهر مجرا شد

بساط بوس حضورت چو گشت از خوبی
نحوست زحل از طالعش محلا شد

بفن نظم نموده ست گرچه عمری صرف
زدست جور فلک جمله محو و منسی شد

زچند سال گرفتار بمعاش شهاست — محقّر نظر اقتر با احبا شد
زعهد شاهِ شهادت پناه استحقاق — درین ریاست فیاض الدش را شد
قدامتش متحقق زچار پشت ولیک — بکم نصیبی دور از حضور والا شد
بفیضِ صحبتِ جدّ تو گشته چون ممتاز — همیشه محشر زکار و بار او نی شد
چو بے صله نشد از درگهت سخن سنجے — بر آستانهٔ تو عرض بنده بر جا شد
بصد ادب کنم از آرزوی خویش رقم — زعمرها بسرم این خیال پیدا شد
باو نشادی شهزاده سرفرازم کن — که در ضمیرِ منِ خسته این تمنا شد
بفارسی سخن نظم و نثر داوم بهر — گهرشناس خریدار عمده کالا شد
زقدر و رتبه و آداب صحبتِ امرا — مرا سلیقه زفیض حضور اعلیٰ شد
شد این مراد تو رونق قبول درگاهش — کف دعای تو پُر دُر ز آرزوها شد
همیشه تا چمنِ دهر از سحابِ کرم — بباغبانی دستت که بس امطرا شد
خجسته ماند و گیتی شود ثنا خوانت — دعای بندهٔ درگاه این موهّی شد
که باد ظلِّ تو پاینده بر مفارق خلق — تو ئی که آهن و روی از کفت مطلّا شد
شد این قصیده مسمی بوصف جشن عظیم — هزار شور و شغب زان بسطح غبرا شد

تمت بالخیر

گو ہوں نہ تصور میں بزرگوں کی ہے ...

لیکن افعال سے اپنے ہوں میں خوار ...

دیکھتا ہوں میں کبھی اپنے کو کبھی اپنی ...

مشغلہ از قرب بزرگان گشته ...

رشتۂ در قسمت از آمیزش گو ...

پیر ہو کے بیٹھا ہوں زمیں چھوڑ کے جاؤں میں کہاں

نہ مجھ کا شی ٹھکانہ نہ ہمیں امن و امان

گو سراپا ہوں خطاوار ~~مگر~~ عصیاں

می پذیرد قدسیاں را لطف شان

رشتۂ را لیکن ندیدہ آن اگر می گیرد

حضرتِ گرامی کا گرامی نامہ

اگرچہ راقم کے احباب اور کرم فرماؤں کا نطاق اس قدر وسیع ہے کہ دیوانِ رونق کیلئے تقاریظ اور تواریخ کی کوئی کمی نہیں تھی۔ لیکن آج کل تقریظ نگاری اور تاریخ گوئی کا جو طریقہ ہے وہ اس قدر معیوب اور مہمل واقع ہوا ہے کہ راقم نے اس کا دم چھلا دیوان کے پیچھے لگانا مناسب نہیں خیال کیا۔

حالاتِ رونق کے لکھنے کے بعد ضروری سمجھا گیا کہ رونق کے کلام کے متعلق تبصرہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو کسی بصیر اور نقادِ فن کی نظر سے گزار دینا چاہئے کیونکہ بوجہ اُس نسبی تعلق کے جو راقم کو رونق کے ساتھ ہے ممکن ہے کہ اُن کے کلام کی نسبت رائے قائم کرنے میں جانب داری کا پہلو اختیار کیا گیا ہو۔ جو بوجہ عصبیت کے اُس حجابِ اکبر کے جو انسان کو اندھا بنا دیتا ہے۔ سجھائی نہ دیتا ہو۔

اس مقصد کیلئے، اس قحط الرجال کے زمانہ میں، حضرتِ گرامی سے بہتر شخص ملنا مشکل تھا۔ جو ذوقِ سلیم اور طبعِ مستقیم رکھنے کے علاوہ دشتِ سخن کی سیاحی میں ایک عمر صرف کر چکے ہیں اور اچھے برے، کھوٹے کھرے، اور رطب و یابس کی تمیز میں خداداد قابلیت سے بہرہ اندوز ہیں اور نہایت صحیح، سچی اور بے لاگ رائے رکھتے ہیں۔

اگرچہ حضرتِ گرامی کی خدمت میں راقم کو ایک عرصہ سے نیاز حاصل ہے لیکن اس خیال سے کہ اگر وہ خود ایسی درخواست کریگا تو شاید مروت و لحاظ کا حاجب اظہارِ حقیقت سے مانع آئے مولوی عبدالرزاق صاحب ایڈیٹر جریدۂ روزگار کے ذریعہ سے مضمون مذکور ارسالِ خدمت کیا گیا۔ گو یہ [illegible] ممدوح کی جناب میں ایک قسم کا سوءِ ظن تھا لیکن بمقتضائے حزم و احتیاط اسی میں تھا۔ جنابِ والا کی خدمت میں یہ بھی گوش گزار کر دیا گیا کہ اس تکلیف دہی سے یہ غرض نہیں ہے کہ تعریف و توصیف سنی جائے بلکہ حقیقی اور واقعی اغلاط پر متنبہ فرمایا جائے۔ جنابِ والا نے تین دن تک مضمون مذکور کو اپنے مطالعہ کی عزت بخشنے کے بعد جو گرامی نامہ اڈیٹر صاحب موصوف کے نام تحریر فرمایا ہے وہ نہایت مسرت اور خوشی کیساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

„جریدۂ روزگار۔

„ تسلیم۔ میں نے تذکرہ رونق کو اول سے آخر تک دیکھا۔ حضرت مولانا عبدالباسط صاحب کی رائے صحیح راستبازی کی دستاویز
„ ہے۔ گو میں جانتا ہوں کہ حضرت رونق صاحب ملا احمد صاحب کے جد امجد ہیں مگر ملا احمد صاحب نے بفحوائے ع فرزند خصال خویشتن تمام است
„ جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت رونق صاحب پختہ مغز رموز نکتہ دانی سے باخبر اور استادِ وقت تھے۔ اگر
„ میں حضرت رونق صاحب کی نسبت کچھ لکھتا تو اسی قدر ہی لکھتا جسقدر حضرت ملا احمد صاحب نے لکھا ہے۔ حضرت رونق صاحب
„ کا کلام استادانہ ہے۔ بالغ نظر کو یہ گمان نہیں گزرتا کہ یہ کلام کسی ہندی کا ہے۔ سبحان اللہ! زبان پاکیزہ
„ مضامین عالی۔ سنگلاخ زمینوں میں سہل ممتنع لکھ جاتے ہیں۔ میں حضرت رونق کے کلام کو دیکھکر بہت خوش ہوا۔
„ بردہ اس زنجیر از سبق ز رونق بزم معانی رونق „

„بقلم گرامی"